ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ

فروری ۱۹۹۵ء

اے ایمان والو ! فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے
اگلوں پر تاکہ تم پرہیزگار بنو ——— (البقرہ ٤ ـ ٦) ـ

اظہار حق

''حق بات کہنے سے کبھی گریز نہ کرو خواہ تمہارے سر پر تلوار ہی کیوں نہ لٹک رہی ہو؟ کیا تم موت سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ رب کائنات نے موت کا ایک دن اور ایک وقت مقرر کر دیا ہے پھر موت سے ڈر کر سچی بات کہنے میں ہچکچاہٹ اختیار کرنا انتہائی بزدلی اور ایمان کی کمزوری ہے۔ کمزور اور بزدل قوم کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ زمین کی پیٹھ کا بوجھ بن کر زندہ رہے، کمزوری اور ضعیف ایمان ایسا گھن ہے جو اندر ہی اندر قوم کو کھا جاتا ہے۔ مشکلات کے راستے سے ڈر کر اللہ کے راستے سے فرار اختیار کرنا بغاوت ہے اور باغی کی سزا تم جانتے ہی ہو، کیا تم چاہتے کہ تمہارا حشر بھی وہی ہو جو تم سے پہلے قوموں کا ہوا، کیا کھنڈروں میں ڈھلی ہوئی بستیاں جو قہر خداوندی کا نشانہ بنیں اور صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گئیں، تمہاری عبرت کے لئے کم ہیں؟ جہاد ایمان کی روح ہے اور مجاہد دین کا ستون، جہاد سے انکار کفر ہے اور کفر ظلمت قلب، دل سیاہ ہو تو انسان انسانیت کے دائرے سے نکل جاتا ہے، دل کی بستی تاریک ہو تو انسان خدا کو بھول کر عیش و عشرت میں کھو جاتا ہے دل ہی ظلمت نگر ہو تو تیغ و سناں جو انسان کے زیور ہیں، انکی جگہ طاؤس و رباب لے لیتے ہیں۔ جب قومیں طاؤس و رباب کی رسیا ہو جاتی ہیں تو مٹ جاتی ہیں اور انکی تباہی دوسروں کے لئے عبرت کا درس بن جاتی ہے۔''

بانی احرار امیر شریعت

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالی

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ فروری ۱۹۹۵ء جلد ۶ شمارہ ۲ قیمت فی پرچہ ۱۰/ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہٗ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہٗ

مجلس ادارت

رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رُفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہٗ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہٗ

ذوالکفل بخاری ۔ قمر الحسنین

خادم حسین ۔ ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ۔ عبداللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زرتعاون سالانہ

اندرون ملک =/۱۰۰ روپے ◆ بیرون ملک =/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

داربنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان ۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحریک تحفظ ختم نبوۃ (شعبہ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز مقام اشاعت: داربنی ہاشم ملتان

آئینہ

اداریہ :	دل کی بات	مدیر	٣
احتجاج :	پیر جی عبد العلیم کا سانحۂ قتل (پریس کانفرنس)		٦
دین ودانش :	رمضان المبارک کے مسائل	ادارہ	٨
" :	صدقۃ الفطر کے احکام	عبد الرحمٰن جامی	١٠
خطاب :	پاکستان میں اسلامی انقلاب کیسے ممکن ہے۔؟	سید عطاء المحسن بخاری	١٣
تاریخ وتحقیق :	اسلام کیا ہے۔	حکیم محمود احمد ظفر	٢٢
تنقید :	حریتِ فکر	سید عطاء المحسن بخاری	٢٩
تجزیہ :	خاسرین کی جماعت	" "	٣١
شاعری :	حمد	طاہر الاشرفی	٣٣
"	نعت	پروفیسر خالد شبیر احمد	٣۴
"	التجاء	بنتِ امیرِ شریعت سیدہ اُمِ کفیل	٣٥
"	منقبتِ معاویہؓ	قمر الحسنین	٣٦
"	غیر سیاسی چہرے	پروفیسر حافظ عبد الرحمٰن ایم اے	٣٧
"	رنگِ سخن	پروفیسر محمد اکرام تائب	٣٨
"	انجامِ گلستاں کیا ہوگا۔	سید ابو معاویہ ابوذر بخاری	٣٩
"	مولانا گل شیر شہیدؒ	جعفر بلوچ	"
ردِّ قادیانیت :	مرزا قادیانی کا لدھیانہ میں دعویٰ نبوت	ماسٹر تاج الدین انصاری	۴٠
شانِ اسلام :	ماہر غالبیات وابو الکلامیات مالک رام (عبد المالک) کا قبولِ اسلام		۴٢
عظمتِ صحابہؓ :	سیدنا علی رضی اللہ عنہ	سید عطاء المحسن بخاری	۴٣
"	سیدہ بتولؓ کی عمر	مولانا عبد الحق مدظلہ	٥٢
مترحیم :	مسافرینِ آخرت	ادارہ	٥۴
طنز ومزاح :	زباں میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	٥٧
افسانچہ :	لفظوں کی کھیتی باڑی	غلام حسین	٦٠

دل کی بات

گورنر پنجاب کی تہذیبی گھٹن.........!

یادش بخیر گورنر پنجاب اکثر اول فول سپکتے رہتے ہیں۔ دینی مدارس سے محاذ آرائی کے بعد اب انہوں نے ''تہذیبی گھٹن'' کا شکوہ کیا ہے۔ لاہور میں منعقد ہونے والے ساتویں نیشنل فلم ایوارڈ برائے ۹۱-۱۹۹۰ء کی تقریب تقسیم انعامات میں بہ حیثیت مہمانِ خصوصی انہوں نے جو خطاب فرمایا اس کے بعض حصے نہ صرف ان کے خبث باطن کا آئینہ دار ہیں بلکہ ان کے فکری وروحانی جدِ امجد شیطان بزرگ کی لبرل کتاب ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے مقاصد کے بھی بھرپور ترجمان ہیں۔ موصوف نے فرمایا:

''عوام ایک مدت سے تہذیبی گھٹن کا شکار ہیں، انہیں خوشیاں منانے، ناچنے اور گانے کی مکمل آزادی دی جائے گی۔ اب اس ملک میں کوئی گروہ رقص و موسیقی پر پابندی کے لئے اصرار نہیں کرسکے گا۔ کسی پلازہ کا نقشہ اس وقت تک منظور نہیں کیا جائے گا جب تک اس کے ایک فلور میں منی سینما تعمیر کرنے کے لئے گنجائش نہیں رکھی جائے گی۔ سینماؤں میں بلیو پرنٹ چلانے والوں اور معاشرے میں فحاشی پھیلانے والوں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔'' (نوائے وقت ملتان ۳۰ جنوری ۱۹۹۵ء)

مسلمان حکمران کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے ملک کی مسلم رعایا کو اللہ و رسول ﷺ کے احکامات کا پابند بنائے نہ کہ سرکش۔ موصوف کیسے مسلمان ہیں اور کس قماش کے حاکم، یہ ان کے خیالات سے واضح ہے۔ موجودہ حکومت اور اس کے تمام اعوان و انصار اور سیاست دان اللہ کے نہیں، امریکہ کے پسندیدہ مسلمان ہیں۔ یعنی کفار و مشرکین کے پسندیدہ۔ ایسے مسلمان جن سے کفر کو کوئی خطرہ نہیں۔ ان کے نام تو مسلمانوں والے ہیں مگر اپنے افکار اور کردار کے حوالے سے ہرگز مسلمان نہیں ہیں۔ ان کے دیسی منہ میں امریکی بین ہے۔ جسے یہ ایڑیاں اٹھا کے، غرا کے اور اپنے جسم کا پورا زور لگا کے بجا رہے ہیں۔ انہوں نے جس تہذیبی گھٹن کا شکوہ کیا ہے بہتر ہے اس گھٹن کو دور کرنے کا آغاز وہ خود اپنے گھر سے کریں۔ اور اپنی کوٹھی میں ایک کوٹھا منی سینما کا بھی بنا ڈالیں۔ چودھری الطاف حسین کو چاہیئے کہ وہ اپنے موجودہ عہدے کو چھوڑ کر مائیکل جیکسن کے منیجر بن جائیں اور اپنے ذوق کی ہمہ جہت تسکین کرلیں۔ موصوف کی خواہش ایک لحاظ سے بالکل حقائق کے برعکس ہے کہ یہ

تمام کام توقانون کی راجدھانی میں پورے پاکستان میں، پورے زور و شور کے ساتھ ہو رہے ہیں۔

گزشتہ چند ماہ سے مسٹر نصیر اللہ بابر اور چودھری الطاف گورنر، دینی مدارس، علماء اور دینی ماحول کے خلاف جو زبان درازیاں کر رہے ہیں۔ یہ دراصل امریکی ثقافتی و سیاسی انقلاب کا حصہ ہے۔ جس کے ماؤتھ آرگن یہ "دیسی" ہیں۔ حکومت کے پیش نظر اصل مسئلہ فرقہ واریت نہیں بلکہ علماء کے وجود کا خاتمہ ہے۔ وہ اپنے مذموم مقاصد کی راہ میں علماء کو رکاوٹ سمجھتی ہے۔ علماء کے مسلسل قتل اور مساجد میں دھماکوں کے باوجود لادین نظام کے خلاف مزاحمت صرف علماء اور مدارس میں ہی موجود ہے۔ مصر، الجزائر، ایران، چیچنیا، تاجکستان اور بوسنیا میں قرآن و سنت کا صحیح نمائندہ اور اسلامی تہذیب کا محافظ سنی مسلمان ہی مزاحمت کر رہا ہے۔ جہاد کر رہا ہے۔ یہی جذبۂ جہاد امریکہ کو قبول نہیں۔ نیو ورلڈ آرڈر یہ ہے کہ دنیا بھر میں اسلامی تحریکوں کے اصل کرداروں کو ختم کر کے "ڈمی" مسلمانوں کو آگے لایا جائے، جو حقیقتاً ان کے اپنے نمائندے ہوں۔ اور صورتاً مسلمانوں کے۔ پاکستان میں بھی یہی کچھ ہو رہا ہے کہ لادینیت کے خلاف مزاحمتی کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھنے والے افراد اور اداروں کو تباہ کیا جا رہا ہے۔

یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادی یہود و نصاریٰ دنیا بھر کے مسلمانوں پر جو مظالم اور ستم ڈھا رہے ہیں اس کا ردِ عمل شروع ہو چکا ہے۔ امریکہ اپنے اس ظالمانہ کردار کے خلاف مزاحمتی قوتوں کو بنیاد پرست اور دہشت گرد قرار دیکر انہیں اپنے راستے سے ہٹانے اور دنیا کی رائے عامہ کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش بھی کر رہا ہے۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود مزاحمت موجود ہے اور دن بدن مضبوط ہوتی چلی جا رہی ہے۔ پاکستان میں کافرانہ نظام کے خلاف ایک زبردست یُدھ پڑنے والا ہے۔ یہ فطری ردعمل ہے اور اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ ان حالات میں پاکستان کے علماء اور دینی قیادت کے مدعیوں کو سوچنا ہو گا کہ مستقبل میں ان کا کیا کردار ہو گا۔ علماء کرام متحد ہو کر اس جہاد کی قیادت کریں۔ اور اپنا منصبی کردار اداء کریں۔

حضرت پیر جی عبدالعلیم اور شیخ امجد حسین کا قتل

مجلس احرارِ اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن حضرت پیر جی عبدالعلیم اور ان کے ایک دوست شیخ امجد حسین کو ۱۶ جنوری ۱۹۹۵ء کو عشاء کے وقت ان کے گھر کے سامنے فائرنگ کر

کے شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت پیر جی ایک ممتاز علمی و دینی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز حضرت حافظ محمد صالح رحمہ اللہ کے پوتے اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز حضرت پیر جی عبداللطیف رحمہ اللہ کے فرزند تھے۔

گزشتہ چند سالوں سے پاکستان میں ایک ہی مسلک کے علماء کا قتل معمول بن چکا ہے۔ اس سلسلہ میں حکومت کا رویہ واضح جانبدارانہ ہے۔ وہ اس قتل و غارت گری میں شریک نہیں تو اس پر خوش ضرور ہے۔ پہلے تو صرف سپاہ صحابہ کے رہنما اور کارکن ہی ہدف تھے مگر اب کوئی بھی محفوظ نہیں۔ تبلیغی جماعت کے انتہائی بے ضرر کارکن کراچی میں مظالم کا شکار ہیں اور اب تک ۱۴ آدمی شہید ہو چکے ہیں لیکن قاتل حکومت کی گرفت میں نہیں آ رہے۔ گورنر پنجاب کا یہ کہنا ہے کہ "سپاہ صحابہ کسی مسلک اور عقیدہ کی نمائندہ نہیں اور اسے کسی کی تائید حاصل نہیں" واضح جانبدارانہ بیان ہے اور مخالفوں کو شہہ دینے کے مترادف ہے۔ انہیں یقین رکھنا چاہیئے کہ سپاہ صحابہ تنہا نہیں ہے۔ ان کی کسی پالیسی سے تو اختلاف ہو سکتا ہے۔ مشن سے نہیں۔ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور میں شیعوں کے مرکز پر دو ناکام آپریشن اور پھر اسلحہ کی دلیرانہ نمائش خصوصاً راکٹ لانچر والے شیعہ کارکن کی اخبارات میں تصویر کی اشاعت کے بعد گورنر کا اعتراف مجبوری جانبداری کا کھلا ثبوت ہے۔ قانون کی کس شق کے تحت ایک شرپسند مسلح گروہ کو ڈھیل دی گئی ہے؟ شواہد کی بنیاد پر ہمارے اس خدشہ کو تقویت ملتی ہے کہ پاکستان کے موجودہ حکمران تمام دینی طبقات کو یہودی و نصرانی تہذیب و ثقافت کے نفاذ کے راستے میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ ان تخریبی سرگرمیوں کے سدّ باب کے لئے کچھ نہیں کر رہے تاکہ لوگ مذہب اور مذہبی رہنماؤں سے بیزار ہو جائیں۔ اور پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے کی راہ ہموار ہو جائے۔

حضرت پیر جی کا قتل بھی سبائی اور رافضی سازشوں کا شاخسانہ ہے۔ وہ اپنے شہر میں ایک شریف النفس، بے ضرر اور سب کے لئے قابل قبول شخصیت تھے۔ مجلس احرار میں ہوتے ہوئے وہ ہر مشکل وقت اور آزمائش میں تمام ہم مسلک تنظیموں کی سرپرستی فرماتے۔ یہی ان کا جرم تھا جس پر انہیں سزا دی گئی۔ قتل و غارت کا یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا اور مستقبل میں اس کے کیا بھیانک نتائج نکلیں گے؟ کیا اس کی زد میں صرف علماء ہی آئیں گے اور آپ بچ جائیں گے؟ حکمران اور قاتلوں دونوں کے لئے یہ سوالات قابلِ غور ہیں۔

نمائندہ خصوصی

قتل وغارت گری کی موجودہ فضا کو ختم نہ کیا گیا تو ملک کی بقا کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔

حضرت پیر جی عبدالعلیم اور شیخ امجد حسین کا سانحہ قتل کھلی جارحیت ہے۔

ابن امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری کی چیچاوطنی میں پریس کانفرنس

۱۷ جنوری ۱۹۹۵ء کو مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما سید عطاء المؤمن بخاری نے دفتر مجلس احرار اسلام میں ایک ہنگامی پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ وہ احرار رہنما حضرت پیر جی عبدالعلیم اور شیخ امجد حسین کے جنازوں میں شرکت کے لئے یہاں پہنچے تھے انہوں نے کہا کہ

ہمارے دینی بھائی، ممتاز عالم دین، مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن حضرت پیر جی عبدالعلیم اور شیخ امجد حسین کا بہیمانہ قتل ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے۔ ملک میں پے در پے ایک ہی مسلک اور عقیدہ کے علماء کو شیعہ کے طے شدہ منصوبہ کے تحت قتل کیا جا رہا ہے۔ ان بھیانک اور سفاکانہ قتل کو حکومت کی طرف سے دہشت گردی قرار دینا عوام کو گمراہ کرنا اور مجرموں کو تحفظ فراہم کرنا ہے۔ ایک ہمسایہ ملک (ایران) پاکستان کو شیعہ سٹیٹ بنانے کی سر توڑ کوشش کر رہا ہے، "تحریک جعفریہ" اور "سپاہ محمد" کے کارکنوں کو مختلف حیلوں اور بہانوں سے ایران بلوا کر انہیں جدید ترین ہتھیار چلانے اور دہشت گردی کی مکمل تربیت دی جاتی ہے۔ اس مکروہ کام کے لئے پاکستان میں ایران کا خانہ فرہنگ اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور میں اسلحہ کے انبار، اور راکٹ لانچر کی نمائش، اور پچھلے دنوں پریس کانفرنس میں صحافیوں کو بلوا کر دھمکیاں، یہ سب کچھ حکومت کے علم میں ہے۔ اس کے باوجود حکومت کا رویہ مجرموں کا حوصلہ بڑھا رہا ہے۔ ٹھوکر نیاز بیگ کے واقعہ، پر حکومت کی پردہ پوشی اور گورنر الطاف کا بیان حکومت کے جانبدار ہونے کا واضح ثبوت ہے کہ وہ اہل سنت کے نمائندہ اور فعال علماء کے قاتلوں کو جاننے کے باوجود ان کو اس جرم سے بری الذمہ قرار دے رہے ہیں۔ ملک میں امن و امان قائم کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے ملک کی مختلف مسلک کی جماعتوں کے ساتھ مذاکرات ایک ڈھونگ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ایک طرف اتحاد بین المسلمین کے نام نہاد نعرہ بازوں سے مل بیٹھنے کو کہا جا رہا ہے اور دوسری طرف علما کا قتل بھی ہو رہا ہے۔

امن و امان اور اتحاد کی باتیں اصل مجرموں اور قاتلوں سے مسلمانوں کی توجہ ہٹانے اور انہیں اپنے تحفظ سے غافل کرنے کے لئے کی جا رہی ہیں۔

اگر حکومت اس سلسلہ میں مخلص ہے تو بھارتی قونصل خانہ سے رابطہ رکھنے والے سنی علماء کے قاتلوں اور کوئٹہ میں خانہ فرہنگ ایران کی ناپسندیدہ شخصیات کی خطرناک کارروائیوں سے پاکستان کے مسلمان عوام کو آگاہ کرے کہ ان کا رابطہ کس سے تھا؟ اور کس لئے تھا؟ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ ملک کو تباہی کی طرف لے جانے والے مکروہ چہرے کون سے ہیں۔

مجلس احرار اسلام حکومت کو ملک کی تباہی و بربادی اور فرقہ وارانہ قتل و غارت گری کی ذمہ دار سمجھتی ہے۔ آنے والے دنوں میں یہ آگ پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لپیٹتی ہوئی نظر آتی ہے۔ فرقہ واریت کی اس آگ کو پھیلانے کے لئے دوسری جماعتوں کے ذمہ دار افراد کو بھی قتل کیا جا رہا ہے۔ ان حالات میں ہر مسلمان اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھ رہا ہے۔ جسکا لازمی نتیجہ حفاظت خود اختیاری ہے۔ اس موقع پر ملک کی تمام اہل سنت جماعتوں کے رہنماؤں کا سر جوڑ کر بیٹھنا بہت ضروری ہے تاکہ ملک کو اسکے اسلامی تشخص کے ساتھ قائم رکھا جاسکے۔

قتل وغارت گری کی موجودہ فضا کو ختم نہ کیا گیا تو ملک کی بقا کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔

حضرت پیر جی عبدالعلیم اور شیخ امجد حسین انتہائی مخلص اور دیندار انسان تھے۔ انہوں نے کبھی فرقہ واریت کی بات نہیں کی

۔ان کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ اپنے عقیدہ وفکر کے تحفظ اوراس کی اشاعت و تبلیغ میں سرگرداں رہتے تھے حضرت پیر جی تمام دین دار حلقوں اور کارکنوں کے سرپرست تھے۔ حکومت سے ہمارا مطالبہ ہے کہ حضرت پیر جی اور شیخ امجد حسین کے قتل کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرا کر مجرموں کو قرار واقعی سزا دے۔

مجلس احرار اسلام کی رکنیت سازی

مہم تیز کیجئے۔

اور ماتحت شاخیں مقامی انتخابات جلد مکمل کر کے

مرکز کو ارسال کریں۔

(مرکزی ناظم نشر واشاعت)

ادارہ

رمضان المبارک اور اسکے مسائل

دینِ اسلام میں روزہ ایک ایسی خاموش عبادت ہے کہ اس کا تعلق بندے اور رب کے درمیان ہوتا ہے۔ سابقہ امتوں پر بھی روزے فرض کئے گئے تھے۔ مگر ان کے احکام مختلف تھے۔ نبی کریم خاتم النبی ﷺ کی امت پر بھی روزے فرض کئے گئے اور اپنی کامل صورت میں فرض کئے گئے۔ امت محمدیہ علی صاحبا الصلواۃ والتسلیم کا یہ اعزاز ہے کہ قرآنِ کریم اسی ماہ مقدس میں نازل ہوا اور اس ماہ میں اس کے احکام کی پابندی کرنے والے مسلمانوں کے لئے بے شمار نعمتوں کا وعدہ کیا گیا۔ اور فضائل وارد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا مہینہ قرار دیا ہے اور فرمایا کہ روزہ دار کا اجر خود میری ذات ہے۔ قرآن کریم میں ہی ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تم پر روزے اس لئے فرض کیے گئے ہیں تاکہ بہت ہی قلیل دنوں میں تم متقی بن جاؤ۔ گویا یہ ماہِ مقدس مسلمانوں کے لئے ایک تربیتی کورس ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک ہے۔ ''الصوم جنۃ'' روزہ ڈھال ہے۔

یعنی منکرات سے بچنے کے لئے یہ عمل ڈھال کا کام دیتا ہے۔ گناہوں کو جلا کر بھسم کر دیتا ہے۔ روحانی جسمانی اور عملی زندگی میں استحکام پیدا کر کے ایمانی قوتوں کو غالب کر دیتا ہے۔ انسان میں صبر، حوصلہ اور عزم و ہمت کے جذبات کو مضبوط و مستحکم کرتا ہے۔ طبی طور پر بھی آج کی سائنس میں اس کے بے شمار فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ الغرض روزہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے ہر مذہب میں نمایاں رہا ہے۔

اصطلاح شریعت میں ہر مسلمان کا عبادت کی نیت سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے آپکو کھانے پینے اور نفسیانی خواہشتا سے روکنے کا نام روزہ ہے۔

ہر مسلمان عاقل بالغ مرد اور عورت پر رمضان المبارک کا روزہ رکھنا فرض ہے۔ عورت کے لئے ان دنوں حیض و نفاس سے پاک ہونا ضروری ہے۔ روزہ دار کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے روزہ کو گناہ کی نجاست سے آلودہ نہ ہونے دے اور اپنے ظاہر و باطن کا پاک صاف رکھنا بھی ضروری ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس ماہ میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس ماہ کے نفل دوسرے ماہ کے فرائض کے برابر ہیں۔ اس ماہ کے فرض دوسرے ماہ کے ۷۰ فرائض کے برابر ہیں۔ یہ مہینہ رحمت مغفرت اور جہنم سے نجات کا مہینہ ہے۔ روزہ دار کے لئے افطار کے وقت اسکی دعا کی قبولیت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

مسائل روزہ:

روزہ کے لئے نیت کرنا ضروری ہے۔ اور نیت کے لئے اتنا کافی ہے کہ دل میں یہ سمجھے کہ میں روزہ اللہ کی رضاء کے لئے رکھ رہا ہوں بہتر ہے کہ رات سے نیت کر لے لیکن رات سے نیت نہیں کر سکا تو وقت چاشت تقریباً ۱۰ یا ۱۱ بجے تک بھی نیت کر سکتا ہے بشرطیکہ صبح صادق کے بعد اب تک کوئی چیز نہ کھائی ہو۔

روزہ کے مستحبات:

سحری کھانا اور تاخیر سے کھانا اگرچہ کھانے کی خواہش نہ بھی ہو اور افطاری میں جلدی کرنا جبکہ غروب آفتاب کا یقین ہو جائے۔ کھجور یا چھوہارے سے افطاری کرنا بہتر ہے۔

مکروہات روزہ

بلاعذر کسی چیز کا چکھنا، بہت ساری تھوک اکٹھی کر کے نگلنا جھوٹ بولنا غیبت کرنا یا کوئی گناہ کا کام کرنا۔ کان یا ناک میں تیل یا دوا ڈالنا منہ بھر کے قصداً قئے کرنا بلا قصد خود بخود قئے ہو جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ہاں اگر قئے خود آئی اور اسے خود واپس نگل لیا تو روزہ ٹوٹ جائیگا۔ کلی یا غرغرہ کرتے کرتے پانی اندر چلا گیا، غروب آفتاب سے پہلے افطار کر لے اس گمان پر کہ غروب ہو گیا، کوئی زبردستی منہ میں پانی ڈال دے اور پانی حلق کے اندر پہنچ جائے ان سب صورتوں میں روزہ جاتا رہتا ہے۔ اور قضاء واجب ہے کفارہ نہیں۔ بھول کر کھانے سے روزہ نہیں جاتا۔ بشرطیکہ یاد آنے پر فوراً تھوک دے اگر یاد آنے پر بھی کھاتا رہا یا کوئی چیز خود جان بوجھ کر کھا پی لی تو قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

ان چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

آنکھ میں دواء یا سرمہ ڈالنا یا باقی بدن کی مالش کرنا۔ ٹیکہ لگوانا۔ اگر خود بخود دھنواں یا گرد منہ میں چلی جائے۔ ہاں اگر خود لے گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ یا حقہ سگریٹ پیئے تب بھی ٹوٹ جائے گا۔

تراویح:

نماز تراویح مرد و عورت کے لئے سنت مؤکدہ ہے اسکا چھوڑنا جائز نہیں بیس رکعات تراویح پر امت کا اجماع ہے۔ اور تراویح میں ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرنا سنت ہے۔

اعتکاف:

مسجد میں خالص اللہ کی رضا کے لئے ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں اور ۲۰ ویں کے سورج غروب ہونے سے پہلے سے لیکر عید کے چاند تک مسجد میں ٹھہرنا سنت کفایہ ہے۔

اخذ و ترتیب: محمد عبدالرحمن جامی نقشبندی (جلالپور پیروالہ)

صدقۃ الفطر کے احکام

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے صدقۃ الفطر کو ضروری قرار دیا۔ (فی کس) ایک صاع کھجوریں یا اسی قدر جو یا ان کی قیمت نقد دئے جائیں۔ غلام اور آزاد، مذکر اور مؤنث (یعنی مرد اور عورت) اور ہر چھوٹے بڑے مسلمان کی طرف سے اور نماز عید کے لئے جانے سے پہلے ادا کرنے کا حکم فرمایا۔ (مشکوۃ ص ۱۶۰ بحوالہ بخاری و مسلم)

صدقہ فطر کس پر واجب ہے:

جس شخص پر زکواۃ فرض ہو یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اسکی قیمت ملکیت میں ہو۔ یا اگر سونا چاندی اور نقد رقم نہ ہو اور ضرورت سے زائد سامان موجود ہو۔ جسکی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی بن سکتی ہے۔ اس پر صدقۃ الفطر واجب ہے۔

زکواۃ فرض ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مال نصاب پر چاند کے حساب سے ایک سال گزر جائے لیکن صدقۃ الفطر واجب ہونے کے لئے یہ شرط نہیں ہے اگر رمضان المبارک کی تیس تاریخ کو کسی کے پاس مال آ گیا جس پر صدقہ الفطر واجب ہو جاتا ہے۔ تو عید الفطر کی صبح صادق ہوتے ہی اس پر صدقہ الفطر واجب ہو جاتا ہے۔

فائدے

حکم شرعی کے انجام دینے کا ثواب تو ملتا ہی ہے اس کے ساتھ مزید دو فائدے اور ہیں۔

اول یہ کہ صدقہ فطر روزوں کو پاک و صاف کرنے کا ذریعہ ہے روزے کی حالت میں جو فضول باتیں کیں اور جو کوتاہیاں ہوئیں صدقہ فطر ان کی تطہیر کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ عید کے دن ناداروں اور مسکینوں کی خوراک کا انتظام ہو جاتا ہے اور وہ بھی عام مسلمانوں کے ساتھ اس خوشی میں شریک ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے عید کی نماز کو جانے سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کتنا سستا سودا ہے کہ محض دو سیر گیہوں دینے سے تیس روزوں کی تطہیر ہو جاتی ہے۔

اس لئے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ اگر مسئلہ کی رو سے کسی پر صدقہ فطر واجب نہ بھی ہو تب بھی دینا چاہیئے کہ خرچ معمولی اور نفع زیادہ ہے۔

صدقہ فطر کس کی طرف سے دیا جائے

عورت پر اپنی طرف سے دینا واجب ہے، شوہر کے ذمہ اس کا صدقہ فطر ادا کرنا ضروری نہیں۔ ہاں شوہر کی جو نا بالغ اولاد ہے اسکی طرف سے اس پر صدقہ فطر دینا واجب ہے۔ بچوں کی والدہ کے ذمہ بچوں کا صدقہ فطر دینا لازم نہیں اگر بیوی کہے کہ میری طرف سے ادا کر دے تو ادا ہو جائیگا۔ اگرچہ اس کے ذمہ نہیں شرعی جہاد کے دور میں غلام باندی آتے۔ وہ جس کی ملکیت ہوتے اس کے ذمہ ان کا صدقہ بھی لازم تھا۔ افسوس کہ آج ہم شرعی جہاد کی نعمت سے محروم ہیں۔

صدقہ فطر میں کیا دیا جائے

جناب نبی کریم، خاتم النبیین محمد رسول ﷺ نے صدقۂ فطر کی ادائیگی میں دینار و درہم، سونے چاندی کے سکے کا ذکر نہیں کیا بلکہ عام طور پر گھروں میں استعمال ہونے والی چیزوں کے متعلق ارشاد فرمایا۔ جیسے حدیث بالا میں ایک صاع کھجور یا جو کا ذکر ہے دوسری حدیثوں میں ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش کا ذکر ہے بعض روایات میں دو آدمیوں کی طرف سے ایک صاع گندم کا ذکر ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی عقیدہ ہے۔ اگر گندم دے تو نصف صاع اور جو دے تو ایک صاع۔ زمانۂ نبوت میں گندم وغیرہ ناپ کر فروخت ہوتی تول کا رواج نہ تھا۔ تو اس زمانہ میں ناپ کے پیمانہ کا ذکر ہے۔ ہمارے یہاں کے اسلاف نے حساب لگایا تو ٨٠ تولہ کے حساب سے ایک سیر ساڑھے بارہ چھٹانک فی کس بنتا ہے۔

ادائیگی کا وقت

صدقہ فطر عید کے دن کی صبح طلوع ہونے پر واجب ہوتا ہے۔ نماز عید سے پہلے ادا کرنا افضل ہے۔ پہلے ادا نہ کیا تو ساقط نہ ہو گا۔ اس کی ادائیگی برابر ذمہ رہے گی۔ بعد میں اداء کر دیا جائے گا۔ جو بچہ عید الفطر کی صبح صادق ہو جانے کے بعد پیدا ہوا اس کی طرف سے ادائیگی واجب نہیں۔ اس طرح اس سے پہلے کوئی فوت ہو جائے جب بھی نہیں۔

نابالغ کا صدقہ

اس کے مال سے دیا جائے اگر وہ مالدار ہے۔ مثلاً کسی نے اس کو مال ہبہ کیا یا خیرات کا مال پہنچا اس صورت میں اپنے مال سے دینا واجب نہیں اس کے مال سے دے۔ اگر کسی نے روزے نہ رکھے تب بھی

بصورت نصاب صدقہ فطر ادا کرنا ہو گا۔ ادائیگی میں گندم یا جو کی بجائے ان کا آٹا ر اسی مقدار سے اور نقد قیمت حساب کر کے دینے کی اجازت ہے بلکہ قیمت سے ادائیگی افضل ہے۔ کیونکہ محتاج لوگوں کی ضروریات مختلف ہوتی ہیں۔ وہ قیمت سے ان کا اہتمام کر سکتے ہیں۔

متفرق مسائل

ایک شخص کا صدقہ فطر ایک ہی کو دینا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی محتاجوں کو دینا کئی آدمیوں کا صرف ایک محتاج کو دینا سب جائز صورتیں ہیں جس پر زکوۃ واجب ہے یا اتنی مقدار میں مال اس کے پاس ہے۔ یا ضرورت سے زائد اتنا سامان ہو جس کی وجہ سے صدقہ فطر واجب ہو جاتا ہے۔ تو ایسے شخص کو صدقہ دینا جائز نہیں جن رشتہ داروں کو صدقہ فطر و زکوۃ دینا جائز نہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔ ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، بیٹا، بیٹی، پوتی، پوتا، نواسا، نواسی، البتہ یہی رشتے سوتیلے ہوں تو انہیں دیا جاسکتا ہے۔ ہاں حقیقی بہن، بھائی، چچا، ماموں، خالہ وغیرہ کو بھی دے سکتے ہیں۔ شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو نہیں دے سکتی۔ اسی طرح پیشہ ور لوگوں کی ظاہری شکل دیکھ کر بھی دینا جائز نہیں۔ تحقیق کر کے ادا کریں۔ جن رشتہ داروں کو صدقہ فطر دینا جائز ہے۔ انہیں دینے میں شرعی حکم کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ صلہ رحمی کا بھی ثواب ملتا ہے نوکروں کو بھی صدقہ فطر دیا جاسکتا ہے۔ مگر ان کی تنخواہ میں لگانا درست نہیں۔ بالغ عورت ضرورت مند ہے تو اسے بھی صدقہ دے سکتے ہیں۔ اگرچہ اس کے میکے والے مال دار ہوں۔ یہ بات محلِ نظر رہے کہ زکوۃ و صدقاتِ واجبہ کے ایک ہی احکام ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ احکام دین پر عمل کرنے کی توفیق بخشیں اور خاتمہ بالخیر فرمائیں۔ (آمین) (استفادہ، احکام عیدالفطر، از مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری مدظلہ)

قمر الحسنین

شرع پیپلز پارٹی میں ندرت احکام دیکھ
ذبیحہ امریکی حلال مرغِ پاکستاں حرام
یہ "کمیشن" ہے غلامی کی بدولت ہی حضور
سینہ میں سوزِ غلامی جسم کا سازندہ نام
زندگی دولت سے ہے دولت امریکہ میں ہے
موت ہے بے مایہ، جینا بل سے کٹ جانے کا نام

قمر الحسنین

ہو میری نصیحت بھی اگر تجھکو گوارا
ہم پہ نہ چلا دولت امریکہ کا آرا
تو جس کو سمجھتی ہے کہ ہے شیشہ تمامی
ہے اس کے پسِ پردہ بھی اک سنگ دودھارا
"غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاجِ سرِ دارا"

مہدی معاویہ

اسلامی انقلاب کیسے ممکن ہے؟

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام منعقدہ مذاکرہ کی روداد

اسلام میں جمہوریت کا کوئی تصور نہیں۔

۱۱ جنوری ۱۹۹۵ء کو بعد نماز مغرب قرآن آڈیٹوریم لاہور میں "اسلامی انقلاب کے طریقہ کار" کے موضوع پر ایک مذاکرہ منعقد ہوا۔ جس کے داعی امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب تھے۔ مقررین میں محترم سید عطاء المحسن بخاری، پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب اور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک صاحب کے اسماء شامل تھے۔ تنظیم اسلامی گزشتہ سال اکتوبر میں بھی اپنے انیسویں سالانہ اجتماع کے موقع پر ایک ایسے ہی مذاکرے کا اہتمام کر چکی ہے۔ پروگرام سے ایک روز قبل تک اس مذاکرے میں دو ہی مقررین کی گفتگو کا نظم طے تھا۔ لیکن آخری دن محترم ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک کو بھی اس فہرست میں شامل کر لیا گیا۔ محترم سید عطاء المحسن بخاری کو تنظیم اسلامی کی طرف سے جو دعوت نامہ موصول ہوا اس کے شیڈول کے مطابق ہر مقرر کو خطاب کے لئے ۴۵ منٹ اور سوالات کے جوابات کے لئے ۱۵ منٹ دیئے گئے تھے۔ تنظیم اسلامی کے ناظم اعلیٰ جناب ڈاکٹر عبدالخالق سٹیج سیکرٹری تھے۔

انہوں نے تمہیدی کلمات کے بعد محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو دعوت خطاب دی، ڈاکٹر صاحب نے بحیثیت میزبان، مہمان مقررین کا شکریہ ادا کیا اور تنظیم اسلامی کے تعارف، اغراض و مقاصد طریقہ کار اور مذاکرے کی غرض و غایت پر مختصر گفتگو فرمائی۔ اس کے بعد سٹیج سیکرٹری صاحب نے مجلس احرار اسلام کے ناظم اعلیٰ سید عطاء المحسن بخاری کو دعوت خطاب دی۔ محترم شاہ صاحب نے اپنے مقررہ وقت سے بھی دس منٹ پہلے ۳۵ منٹ میں اپنی گفتگو مکمل کی اور اسلامی انقلاب کے طریقہ کار کے حوالے سے قرآن کریم، حدیث رسول ﷺ اور اجماع امت یعنی صحابہ کرامؓ کے عمل کی روشنی میں تین قرآنی اصول بیان کئے۔ (۱) دعوت الی الخیر، (۲) امر بالمعروف (۳) اور نہی عن المنکر۔

اور ان امور کی انجام دہی کے لئے اسوہ رسول اور تعامل صحابہ کو حجت قرار دیا۔ اور باقی گفتگو سوالات کے جوابات پر معلق کر دی۔ ان کے بعد محترم ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک صاحب نے گھنٹہ بھر اس موضوع پر اظہار خیال فرمایا اور پھر ڈاکٹر پروفیسر طاہر القادری صاحب نے مقررہ وقت کو

ناکافی قرار دیتے ہوئے اپنی گفتگو کے لئے ڈیڑھ گھنٹہ وقت لینے کا مطالبہ کیا اور اپنی گفتگو تقریباً اتنے ہی وقت میں مکمل کی۔

ان حضرات نے جو کچھ بیان فرمایا اس وقت وہ ہمارے پیش نظر نہیں اور نہ ہی ہم کسی کی نیت پر شبہ کا کوئی حق رکھتے ہیں۔ ہر جماعت اپنے اپنے دائرہ کار میں دین کا کام کر رہی ہے۔ اگر اخلاص شامل ہے

اسلام ہماری رائے کو پابند کرتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ ضرور کامیابی عطاء فرمائیں گے۔

منتظمین نے سوال و جواب کی نشست کو ختم کر دیا اور سامعین کے ذہنوں میں مقررین کی گفتگو کے حوالے سے جو سوالات ابھرے تھے وہ دھرے کے دھرے رہ گئے۔ ہم نہیں سمجھ سکے کہ یہ کونسی مصلحت یا حکمت عملی تھی؟

البتہ ہفت روزہ ندائے خلافت (ترجمان تنظیم اسلامی) ۲۴ جنوری ۱۹۹۵ء کے شمارہ میں اس مذاکرہ کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے اس کے رپورٹر جناب نثار احمد ملک کو گلہ ہے کہ شاہ صاحب نے تبدیلی کے لئے اسوۂ رسول کو معیار قرار دیا مگر وہ اسوہ کیا ہے؟ اس کی وضاحت وہ چنداں نہ کر سکے، اور یہ کہ شاہ صاحب عملاً اقامت دین کی جدوجہد میں منظم انداز میں مصروف نہیں لہذا اس راستے کے سنگ ہائے میل سے بھی واقف نہیں۔ اور یہ کہ مجلس احرار اسلام کے پیش نظر اقامت دین یا اسلامی انقلاب کی منزل بطور خاص نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ان خیالات کو تنظیم اسلامی کے محترم رہنماؤں کی تائید بھی حاصل ہے۔ اقامت دین کی جدوجہد کے حوالے سے ان کا جملہ محض الزام اور نیت پر شبہ کرنے کے مترادف ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کیا اقامت دین کا کام صرف تنظیم اسلامی کر رہی ہے؟ اور جو لوگ ان کے طریقہ کار یا خواہش کے مطابق کام نہیں کر رہے وہ اقامت دین کا کام نہیں؟ اس طرز عمل کو کسی بھی صورت مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ شاہ صاحب نے انتہائی مختصر وقت میں اصولی گفتگو فرمائی جو تفصیل تنظیم اسلامی کے احباب کو مطلوب تھی اس کے لئے انہیں سوال و جواب کی نشست میں اپنی تشنگی دور کر لینی چاہیے تھی۔ ندائے خلافت کے رپورٹر نے تو ڈاکٹروں کی "تثلیث" کو ہی اسلامی انقلاب کا پیش خیمہ قرار دے دیا ہے۔ اللہ کرے **ڈاکٹروں کی** یہ بیل منڈھے چڑھے ہم تو دعا گو ہیں۔

محترم سید عطاء المحسن بخاری صاحب کی تقریر کا مکمل متن آئندہ صفحات میں ہم قارئین کی نذر کر رہے ہیں۔ اس موضوع پر شاہ صاحب کی مستقل تحریر نقیب کی آئندہ کسی اشاعت میں شامل کی جائے گی۔ (انشاء اللہ)

عصر حاضر میں نفاذِ اسلام کیسے ہوگا؟

تنظیم اسلامی کی دعوت پر قرآن آڈیٹوریم لاہور میں سید عطاء المحسن بخاری کا خطاب

الحمد لله الذی لم یتخذ ولداً اولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ، ولی من الذل وکبرہ تکبیرا سبحانہ و تعالی عمایقولون علواً کبیراً۔ ونشھدان لانہ الاللہ وحدہ لاشریک لہ فی الخلق والامر و نشھدان سیدنا و مولانا محمداً عبدہ ورسولہ سید الخلائق والبشر المبعوث الی الاسود والاحمر۔ لانبی بعدہ ولارسول بعدہ، ولا معصوم بعدہ، ولا امام بعد ولامتہ بعد امتہ

اعوذبالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الرحیم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیرو یا مرون بالمعروف وینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون۔ صدق الله العظیم۔

سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو جسے شجرۂ رضوان کہتے ہیں محض اس لئے کٹوا دیا کہ لوگ وہاں آ کے دو دو نفل نماز پڑھتے تھے، اس کی تقدیس و تبریک دلوں میں بہت بیٹھ چکی تھی، سیدنا عمر ابن الخطاب کو اطلاع ہوئی کہ لوگ ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کو کاٹ دیا جائے اور اس کے بعد فرمایا اگر آج کے بعد مجھے اس بات کا علم ہوا کہ تم لوگ یہاں آ کے یہ کام کرتے ہو تو میں تمہیں تلوار سے اس طرح قتل کروں گا جس طرح مرتد کو قتل کیا جاتا ہے۔ (اخبار عمرو عبداللہ بن عمر ص ۳۱۷)

الیکشن کے ذریعے اسلامی انقلاب ممکن نہیں۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہ کسی بات کا مفہوم اس انداز سے پوچھا کہ اس کے فوائد کیا ہیں؟
سیدنا فاروق اعظمؓ نے فرمایا میں نہیں جانتا۔

"ولاندع کنا نفعل فی حیوۃ رسول الله"

ہم نہیں چھوڑیں گے اس عمل کو جو حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں سرانجام دیا کرتے تھے چاہے اس کی حکمت اور فائدہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اس لئے کہ قیاس انسانی شرائع واحکام میں وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کی حکمت بالغہ متعین فرمائی۔ کچھ سمجھ میں آ گئی تو سبحان

اللہ نہ سمجھ میں آئے تو اس کو علت نہیں بنانا چاہیئے کہ، فائدہ نظر آئے تو عمل کیا جائے، فائدہ نظر نہ آئے تو عمل سے خالی جھولی لے کر اٹھ جائیں.......... یہ دو واقعے بنیاد ہیں اس بات کی ہم دین پر عمل کیسے کریں؟ دین کو قائم کیسے کریں؟ اقامت دین کیونکر ممکن ہے؟ اس کائنات میں، اس دارالفاسقین میں خصوصاً ہم لوگ جو اپنے تیئں مدعی ہیں کہ ہم دین کے سپاہی ہیں، دین کے خادم ہیں، دین کے نوکر چاکر ہیں، ہم اس ذمہ داری سے کیونکر عہدہ برآ ہوں، سیدھی سی بات ہے کہ وہ کام جو ہماری اپنی عقل، اور اپنی پسند کی بنیاد پر ہو وہ دین نہیں ہے۔ دین وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ہم پر واجب ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو مصلے پر کھڑا کر دیا اور کسی سے مشورہ نہیں لیا، اور رسول اللہ ﷺ کے وصال پر ملال کے بعد سیدنا علیؓ گھر سے باہر نکلے

فسمع مقالة مضادة

کچھ ملی جلی باتیں سنیں "وقال" اور فرمایا "ایکم" کون ہے تم میں سے

من یوخر من قدم رسول اللہ

کہ جو اس کو پیچھے ہٹائے جسکو نبی نے آگے کیا ہے،

"رضیہ لدیننا فرضیناہ لدنیانا"

یہاں کوئی انتخاب؟ کوئی ووٹ؟ کچھ بھی تو نہیں۔ نہ نبی نے کچھ کیا اور نہ علی نے اس کا کوئی سد باب کیا۔

ہمارے ملک میں ہم سے بہتر لوگ اس فلسفے کو اجاگر کرتے ہیں کہ اسلام میں انتخاب ہے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ یہاں انتخاب کہاں گیا؟

دارالفاسقین میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہی تبدیلی آئے گی۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کو وصیت لکھوا رہے ہیں وصیت لکھواتے لکھواتے "غشی علیہ" آپ بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ اور سیدنا عثمانؓ اسی بے ہوشی کے عالم میں خلافت کے لئے جس شخص کو نامزد فرماتے ہیں۔ وہ سیدنا عمرؓ ہیں۔ "فلما افاقہ" جب سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو ہوش آیا تو پوچھا کیا لکھا آپ نے؟ عرض کیا میں نے عمر کا نام لکھ دیا فرمانے لگے خدا کی قسم تم اپنا نام بھی لکھ دیتے تو مجھے منظور تھا۔ کہاں گیا انتخاب؟ وہ الیکشن کیا ہوا؟ اس کا تصور تک نہیں ملتا۔ اور جو لوگ اس انداز سے اسلام میں ترمیم کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے چھے آدمیوں کو مقرر کر دیا۔ اور ان میں سے پانچ

اسلامی انقلاب کا پہلا مرحلہ دعوت الی الخیر ہے۔

بزرگوں نے ایک کے ذمہ لگا دیا کہ جو فیصلہ آپ کریں گے ہمیں منظور ہوگا۔ اور وہ ہیں سیدنا عبدالرحمن ابن عوفؓ! انہوں نے فرمایا کہ "سألت شاباً وشيخاً" بڑے بوڑھے سے بھی پوچھا، جوانوں سے بھی پوچھا، بچوں سے بھی پوچھا "لا يظنون احداً بعثمان" کہ وہ حضرت عثمان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے لہذا میں عثمان کو نامزد کرتا ہوں------ یہاں ایک سوال نہے کہ جو لوگ مدینہ طیبہ میں تھے۔ اور حضور ﷺ سے فیض یافتہ تھے آج بھی ویسے لوگ ہیں؟ کہ ان سے پوچھا جائے؟ کتنے لوگ ویسے ہیں اور کہاں ہیں؟ قرآن تو کہتا ہے۔

"لا تقبلوا لهم شهادة ابداً واولئک هم الفاسقون

ایک ہی آیت سارے پاکستان کے لئے کافی ہے کہ جھوٹوں سے گواہی کبھی نہ لو کہ وہ فاسق ہیں۔

جھوٹا تو بہ کرے، پھر بھی نمبر دو ہے نمبر ایک وہی ہے جو جھوٹ نہیں بولتا جھوٹ بولنے والا لعنت کا مستحق ہے باقی اعمال خبیثہ کا تو ذکر ہی کیا؟ اسی ایک عمل خبیث کی پاداش میں آدمی گواہی سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاتا ہے ووٹ کو اگر گواہی سمجھ لیا جائے تو پھر کس کی گواہی معتبر ہے۔ جبکہ یہ گواہی نہیں ہے۔ رائے ہے۔ اور اس نظام خبیث میں، عیسائی یہودی، بالمیکی، زرتشتی، بدھسٹ وغیرہ وغیرہ ان سب کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہے۔ ہر آدمی کی رائے ہے اور اسے رائے زنی کا حق حاصل ہے۔ آزادیٔ رائے ہے۔ اسلام تو آزادیٔ رائے نہیں دیتا۔ اسلام کہتا ہے کہ بچہ پیدا ہو تو کان میں اذان دو، رائے پابند ہو گئی۔ ختنے کراؤ، بال منڈواؤ اور اس کے برابر چاندی صدقہ کرو صبح کو اٹھو تو پڑھو

الحمد لله الذى احيانى بعد اماتنى واليه النشور

رات کو سوتے وقت، شمال کی طرف سر کرو جنوب کی طرف پاؤں کرو، قبلہ کی طرف منہ کرو، دائیں گال کے نیچے ہاتھ رکھو اور یہ پڑھو

اللهم باسمک اموت واحيا

ہماری تو قدم قدم پر رائے پابند ہے۔ کہاں ہے آزادیٔ رائے؟ اور جس شخصی رائے کا تصور اس مردود جمہوریت نے دیا ہے وہ تو سیدنا عمرؓ کے زمانہ میں جکڑی ہوئی نظر آتی ہے، شرکاء بدر کو سیدنا عمرؓ نے مدینہ میں پابند کر دیا کہ تم مدینہ سے باہر نہیں جا سکتے۔ جمہوریت کے حوالے سے شہری آزادیاں تو سلب ہو گئیں۔ یہ تمام باتیں جو میں موازنہ کر کے عرض کر رہا ہوں ان کا وہی علاج ہے جو شجرہ بیعت رضوان کا ہوا۔ یعنی ان کو ترک کرنا۔ ان کو چھوڑ دینا اور ان سے مزاحم ہونا بہت ضروری ہے۔ ان سے مفاہمت کرنا علاج نہیں ہے، ان سے مصالحت کرنا، حکمت کا تقاضا، ماحول، وقت، نظریۂ ضرورت، سب جھوٹ؟ نفس کی

تسلیوں کا ایک حصہ ہے اور بس! انسانی نفس کا بھی عجیب حال لکھا ہے کہ آپ گندم صاف کر کے ہر چیز سے پاک کر کے اسے بوتے ہیں۔ اس کے ساتھ پھر کچھ بوٹیاں اگ آتی ہیں۔ یہی انسانی نفس کا حال ہے اس کی صفائی پر جتنی محنت کر لیجئے اس کے ساتھ پھر کوئی نہ کوئی آلائش لگی رہے گی۔ اور یہ اسی کو پسند کریگا۔ پابندیوں سے بھاگتا ہے، گھبراتا ہے،

تبدیلی کا سب سے پہلا قدم دعوت الی الخیر ہے۔ اور دعوت الی الخیر یوں نہیں بلکہ اس طرح جس طرح نبی الانبیاء خاتم النبین ﷺ نے دعوت دی، حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں۔

میں، میرا والد، میری والدہ ہم ایک خچر پر سوار جا رہے تھے۔ کہ سامنے سے حضور پر نور ﷺ تشریف لے آئے۔ ہمیں روکا، میں اور میرا والد اتر گئے، اماں نہیں اتریں، تو حضور ﷺ نے دو تین جملوں میں ایک نصیحت کی کہ "دیکھو یہ زندگی جو تم گذار رہے ہو اس زندگی کے احتساب کے لئے ایک دن آنا ہے اسمیں تم نے جو کچھ کیا وہ سب اس دن تمہارے سامنے آئے گا۔ تم سے پوچھا جائے گا۔ حساب کتاب ہو گا، تم اپنی اس زندگی کو سنوار لو۔" یہ کہا اور تشریف لے گئے۔۔۔ یوں اس انداز سے دعوت الی الخیر کے لئے ہمیں گلی گلی کوچے کوچے جانا ہو گا۔ اپنی شیخ الاسلامی کو قربان کرنا ہو گا۔ اپنی جھوٹی، ڈیمو کریٹک پر سنیلیٹیز کو ذبح کرنا ہو گا۔ اس دور کی رکھ رکھاؤ کی زندگی کو، ان طریقوں اور ان وطیروں کو خیر باد کہنا ہو گا۔ اگر ہم نے کام کرنا ہے تو! اگر ہم نے تبدیلی لانی ہے تو!

قرآن نے ملوکیت کو نبوت کے ہم پلہ قرار دیا ہے۔

دعوت الی الخیر کے عمل کو اسی انداز سے کیجئے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بنفسہ کیا۔ اور پھر فرمایا قتال کر کے تم خود بھی مرو اور لوگوں کو بھی مارو اس سے بہتر میں یہ پسند کرتا ہوں کہ تم لوگوں کو محبت اور آشتی سے اسلام کی طرف لے آؤ۔

ایک حدیث شریف کا مضمون یہ ہے۔

دعوت الی الخیر کا کام اتنی قوت اور اتنی شدومد سے کریں اور اس اخلاص، قربانی و ایثار سے کہ ہم امر بالمعروف کی قوت حاصل کر لیں، جب تک امر بالمعروف کی قوت حاصل نہیں ہو گی۔ ہم دین کو قائم نہیں کر سکتے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین

نماز قائم کرو اور مشرک نہ بنو۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جو نماز قائم نہیں کرتا وہ مشرک ہے۔ اب امر بالمعروف کا تقاضا کیا ہے، اس کی ایک چھوٹی سی مثال سعودیہ میں ملتی ہے کہ جب نماز کا وقت ہو تو شُرطے

آجاتے ہیں۔ دکان بند کرو، چلو نماز کے لئے!
ورنہ آئمہ کرام رحمہم اللہ نے تو لکھا ہے کہ جو نماز نہ پڑھے اسے قید کر دو، جب تک نماز کا عادی نہ بنے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو نماز نہ پڑھے اسے سلام مت کرو، اس پر عمل کرنے کے لئے کیا ہو سکتا ہے۔؟
آپ، سب، میں، محترم ڈاکٹر صاحب قبلہ، اور دیگر تمام زعماء ملت اسلامیہ ہم سب مل کے بھی اقامت صلوٰۃ پر عمل کرا سکتے ہیں؟ نہیں! داڑھی والے کی بات تو پاکستان کا کوچوان بھی نہیں سنتا۔ دولت والا سرمایہ دار اور جاگیر دار، یہ بھلا میری بات کیوں سنے گا؟ وہ تو سمجھتا ہے کہ میں کمی ہوں۔ مردے نہلاتا ہوں، کفن پہناتا

تبدیلی لانی ہے تو لوگوں کو محبت و آشتی سے دین کی طرف بلانا ہو گا۔

ہوں، اسکا مردہ دفناتا ہوں، پھر سال بھر اس کے دروازے پر روٹیاں توڑتا ہوں، میں تو کمی ہوں اسکا! میری بات بھلا وہ کیوں مانے اس قوم کی عادت بھی یہی ہے کہ یہ طاقت والے کے آگے آگے اور دولت والے کے پیچھے پیچھے ہے آپ دعوت الی الخیر سے طاقت پیدا کریں۔ پھر امر بالمعروف کریں۔ پھر میں دیکھوں کون بات نہیں مانتا پھر میرے علم میں ہو گا کہ محلے میں کیا ہوتا ہے، میں مرزائیوں سے سلام نہیں کروں گا۔ ان کا بائیکاٹ کروں گا۔ میرے پاس طاقت ہو گی تو کروں گا۔! مال کی طاقت، اقتدار کی طاقت اور یہ تو نمبر دو تین کی چیزیں ہیں۔ اصل چیز اپنے اندر اور اپنے ماحول میں ایمان کی طاقت ہے، جس کی مثال ہمیں صدیوں پہلے جناب سیدنا صدیق اکبرؓ خلیفہ بلا فصل رسول کی زندگی میں ملتی ہے۔ سینتیس صحابہ تھے، عرض کیا بارگاہ رسالت میں کہ ہم بہت ہو گئے ہیں، اب تو ہم دعوت کعبۃ اللہ میں دیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں ابھی نہیں۔ کچھ دنوں بعد پھر یہی سوال کیا، حضور ﷺ نے فرمایا ابھی نہیں، پھر وہ داعیہ اٹھا، پھر عرض کیا یا رسول اللہ ہم بہت ہو گئے ہیں اجازت دیں، ہم دعوت الی الحق علانیہ کعبۃ اللہ میں دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا آؤ چلو، وہاں پہنچے بڑے بڑے وڈیرے اور ڈیموکریٹ قرآن جن کو دابّۃ کہتا ہے، یہ دابے بیٹھے ہوئے تھے۔ دو پاؤں پر چلنے والے خوبصورت جمہوری جانور بڑے موجود تھے۔ وہاں صدیق اکبرؓ اندر داخل ہو گئے اور کھڑے ہو کر فرمایا! لاالٰہ الااللہ۔ ابھی یہ جملہ منہ میں ہی تھا۔ کفار کے وڈیروں (قبحہ اللہ) نے پکڑ کے مار مار کے حلیہ بگاڑ دیا۔ ابوبکر صدیق زخمی ہو گئے۔ جسم لہولہان ہو گیا آپ کے قبیلے کو علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ ہم بدلہ لیں گے اگر ابوبکر کو کچھ ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ حصہ بھی شامل ہے اس دعوت الی الخیر میں۔ دعوت الی الخیر میں عزیمت ہے۔ رخصت نہیں ہے۔ رخصتوں پر عمل کرنے والا داعی نہیں بن سکتا۔ ہم داعی نہیں ہیں ہم تو رخصتوں

پر عمل کرتے ہیں۔ سہولتوں کو حاصل کرتے ہیں آسائشوں کے پرستار ہیں۔ پرسنیلٹی وائز کام کرتے ہیں۔ مولانا عبید اللہ سندھی نے سورۃ العصر کی تفسیر میں لکھا ہے کہ زمانے کی تاریخ گواہ ہے۔ والعصر کا معنیٰ۔ زمانے کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ رخصتوں پر عمل کرنے والی قوم، رخصتوں پر عمل کرنے والے زعماء رخصتوں پر عمل کرنے والے داعیان اس مقام پر فائز نہیں ہوسکتے جس کا دین تقاضا کرتا ہے۔ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے اذیت نہ اٹھائی ہو۔ جس پر مصیبتوں کے پہاڑ نہ توڑے گئے ہوں۔ اور حضور ﷺ! آپ تو فرماتے ہیں کہ اوذیت فی اللہ کہ مجھے اللہ کے راستے میں اتنا دکھ دیا گیا کہ پچھلے سارے انبیاء کو اتنے دکھ نہیں دیئے گئے۔ دکھ اٹھائے بغیر دعوت الی الخیر کا کام نہیں ہوسکتا۔

دعوت الی الخیر کے بعد امر بالمعروف کی طاقت حاصل ہو گی پھر نہی عن المنکر کی طاقت ملے گی۔ بالکل اسی طرح جس طرح مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئی لیکن اس پر محنت درکار ہے۔ اور محنت بھی ویسی جیسے سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور پر نور ﷺ کا ارشاد گرامی روایت کیا ہے

لا یصلح آخر هذه الامۃ الا بماصلحت اولها۔

اس امت کا آخری حصہ بھی اسی طرح اصلاح پذیر ہو گا جس طرح پہلا طبقہ۔

جنگ کا اور یہ ہے محنت کا یہ انداز، اختیار نہیں کریں گے تو بہت مشکل ہو گی ناممکن بھی کہ دوں تو غلط نہ ہو گا۔ انگریز ۱۸۶۳ء کی جنگ امبیلہ کے بعد قابض ہو گیا۔ ۱۸۸۳ء میں اس نے اس نظام کو متعارف کرایا۔ آج ۱۹۹۵ء ہے ایک سو کچھ برس میں اس نے ہمارے دل و دماغ سے اس دین کی خیر و برکت کا تصور تک

شخصی آزادی کا تصور یہودیوں نے دیا ہے۔

رخصتوں پر عمل کرنے والے داعی کے مقام پر فائز نہیں ہوسکتے۔

غائب کر دیا۔

یہ اس کی محنت ہے۔ آج اس کے علی الرغم پوری قوت اور شد و مد سے محنت ہو تو پھر کام بنے گا۔ قرآن کریم نے اس سلسلے میں بہت سی باتیں فرمائی ہیں اور۔ قرآن کا دعوی ہے کہ "وکل شئی فصلنہ تفصیلاً" کہ ہم نے بڑی کھول کھول کے باتیں کہی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مجھ جیسے آدمی کو کچھ سمجھ میں نہ آئے۔ تفصیلات اس میں موجود ہیں، مثلاً اللہ پاک نے حضور پر نور ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا

ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع هواه وکان امره فرطا

جن کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کی اطاعت مت کرو، ان کی بات

مت مانو، ان کی خواہشات کا احترام نہ کرو۔ وہ اپنی پسند پر چلتا ہے۔ اور وہ حد سے گزر چکا ہے۔ جیسا کہ ہم لوگ یہاں پاکستان میں حد سے گزر چکے ہیں۔ دین کی کوئی بات ہو اسکو ملاازم کہہ کے رد کرتے ہیں۔ بڑا آسان راستہ ہے بڑی خوبصورت گالی ہے، ، پردے کا مسئلہ ہو، ہو جسم کی نمود و نمائش کا مسئلہ ہو، ملاازم ہے جی! چھوڑو مولویوں کی باتوں کو! عورت کو وہ مقام ملنا چاہیئے جو جمہوریت کہتی ہے یعنی جو یہود و نصاریٰ کہتے ہیں۔ اور اللہ پاک فرماتے ہیں

ولا تطع الکافرین والمنافقین

کافروں اور منافقوں کی بات مت مانئے قرآن پاک میں بڑی واضح بات ہے

لا تتخذو الیہود وانصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض

یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔ وہ تو آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

دوسری جگہ ہے

لا تتخذواعدوی وعدوکم اولیاء

تمہارے دشمن، اللہ کہتا ہے میرے بھی دشمن ان کو دوست مت بناؤ۔ ان کی بات ماننا، ان کا نظام قبول کرنا یہ دوستی ہی تو ہے اور کیا ہے۔؟

کہتے ہیں کہ سوشلزم کفر ہے۔۔۔ اور جمہوریت اسلام ہے؟ اپنی سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر جمہوریت اسلام ہے تو پھر کیپٹلزم، مکیاولی کی بادشاہت یورپ کا کنگ ازم اور دیگر نظام ہائے دنیا کیا ہیں؟ اور تماشا یہ ہے کہ ہمارے ہم مذہب نے ہمیں یہ سبق دیا کہ ملکویت لعنت ہے اور ایک طوفان برپا کر دیا قرآن میں تو بالکل مختلف بات ہے۔

واذ قال موسیٰ لقومہ یقوم الذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذجعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا واتاکم مالم یؤت احداً من العالمین۔

موسیٰ علیہ السلام تو اسکو اللہ کی نعمت کہتے ہیں نبوت کے ہم پلہ ہے۔ اور تم اسے لعنت کہتے ہو، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہؓ کو خطاب کیا اور فرمایا

ان ملکت امراً فا حسن

تو کیا یہ خوشخبری ایک بری چیز کی تھی، بری چیز کی بھی خوشخبری ہوتی ہے؟

"ان ولیت امراً، ان ولیت امراً کیف بک ان قمصک اللہ قمیصاً"

یہ الفاظ یہ لب و لہجہ کسی بری بات کی بشارت ہے؟ نہیں۔ ملوکیت اگر اسلام میں بری ہوتی تو یہ بشارت کے الفاظ نہ ہوتے کچھ اور کہا جاتا۔ پھر وہ کہا جاتا جو پاکستان میں لوگ کہتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کے قدم یہاں پھسلے

ہیں۔ اللہ ان پر رحم کرے۔ یہاں تو ملوکیت بھی نہیں ہے۔ خلافت تو بڑی دور کی بات ہے۔ مجھے امید ہے آپ ناراض نہیں ہوں گے، "حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے سے پوچھا کیا خیال ہے تیرا تو میرے بعد کیسے فیصلے کرے گا؟ کہنے لگا حضرت عمرؓ کی اتباع کروں گا۔ کہنے لگے سبحان اللہ میں تو عثمان و علی کی اتباع نہ کرسکا اور تو عمر کی اتباع کرے گا۔ تو میری ہی اتباع کرے تو بڑی بات ہے۔" اس زمانے میں آپ حضرت معاویہ ہی کی اتباع کرلیں تو بہت بڑی بات ہے۔ پنجگانہ نماز تو پابندی سے پڑھ نہیں سکتے، فرائض کی ادائیگی ویسے ہی نہیں عبادات کے حقوق ہم سے ادا نہیں ہوتے۔ نبی کریم ﷺ کی سنتوں کو ہم یوں چھوڑتے ہیں جس طرح ہم اپنی ناپسند چیز کو چھوڑتے ہیں۔ نبی کی پسند کو معیار قرار نہیں دیتے اور اپنی پسند کو معیار قرار دیتے ہیں۔ کسی نماز کی بات لیجیے اور دیکھیے ہم نماز میں کتنی سنتیں چھوڑتے ہیں۔ صرف ایک اسی بات پر غور فرمائیں۔ باقی اعمال تو اس سے الگ تھلگ ہیں۔ ان کا اپنا اپنا مقام ہے، اپنا اپنا دائرہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت اسامہ ابن زید کو لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔ وہ تمام صحابہ سے چھوٹے تھے۔ اجلہ صحابہ موجود تھے۔ آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ آپ ﷺ کے بعد سیدنا صدیق اکبرؓ نے اس کام کو سب سے پہلے کیا اجلہ صحابہ نے یہ کہا کہ خلیفہ رسول کچھ انتظار کر لیجیے، مدینہ طیبہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ بوڑھے بوڑھے لوگ ہیں یا خواتین ہیں بچے ہیں۔ بڑے نہیں ہیں۔ جوان نہیں ہیں۔ سنبھالنے والے نہیں ہیں۔ کسی حادثے سے دوچار ہوسکتے ہیں...... بڑے سخت الفاظ ہیں۔ میں اگر بھول جاؤں تو میری اصلاح کر دیجئے گا۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا جنگل کا کوئی کتا امہات المؤمنین کو پکڑ کے گھسیٹ لے مگر اس کام کو نہیں چھوڑوں گا۔ جو نبی نے کیا۔ جو کرنا تھا اور باقی رہ گیا میں اسکو پورا کر کے رہوں گا۔ آج بھی یہی جذبہ ضروری ہے کہ ہم اس کام کو نہ چھوڑیں جو نبی نے کیا ہے۔ اس کو کرتے چلے جائیے۔ انشاء اللہ تعالی تبدیلی لازماً آئے گی۔

مکہ مکرمہ میں کفار و مشرکین تھے اللہ کا نام نہیں لینے دیتے تھے وہاں تبدیلی آگئی اس انداز اور محنت سے۔ آج تو کروڑوں اذانیں ہوتی ہیں۔ لاکھوں لوگ نمازیں ادا کرتے ہیں۔ دین کے ساتھ رغبت بھی ہے۔ تعلق بھی ہے۔ نسبتیں بھی ہیں۔ آج بھی دین کا کام اگر اسی انداز سے کیا جائے گا تو کامیابی ہوگی۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

زمانہ	آج	فالج	بانٹتا	ہے	
دوا	اسکی	معالج	بانٹتا	ہے	
مگر	حافظ	کا	کاروبار	دیکھو	
کہ	یہ	کالج	میں	نالج	بانٹتا ہے

محترم حکیم محمود احمد ظفر (سیالکوٹ)

اسلام کیا ہے؟

اسلام کیا ہے؟ یہ وہ سوال ہے کہ جس کو آج ہر شخص جاننا چاہتا ہے۔ اپنا بھی اور بیگانہ بھی مسلم بھی اور کافر بھی۔ اسلام کو ماننے والا بھی اور نہ ماننے والا بھی۔ کیونکہ جو اسلام کو ماننے والا ہے۔ اس کو بھی پتہ نہیں کہ اسلام اصل میں ہے کیا۔ وہ ایک رواجی اسلام کو اپنے دل کی گہرائیوں میں چھپائے پھر رہا ہے۔ اور کچھ اسلام کے ماننے والے مغربی تہذیب اور اس کے تمدن سے اتنا متاثر ہیں کہ ان کے ہاں ہر وہ چیز اسلام ہے جس کو اہل مغرب اسلام کہہ دیں اور ہر وہ شے غیر اسلام جس کو وہ اسلام نہیں مانتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایک نہایت سیدھا سادہ دین ہے اور اس کی خصوصیت اس کی سادگی ہی ہے۔ یہ عرب کے جاہل سے جاہل آدمی کی سمجھ میں آتا تھا اور دنیا کے عالم ترین آدمی کا ذہن بھی اس کے حقائق کو قبول کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے قرآن حکیم نے حق تعالی کی جان پہچان کے لئے کوئی سائنٹیفک اور فلسفیانہ قسم کی مثالیں نہیں دیں بلکہ نہایت سادہ قسم کی مثالوں سے اپنی پہچان کروائی۔ زمین و آسمان کی تخلیق، جہازوں کا سمندر کے سینہ پر چلنا، ہواؤں کا چلنا، دن اور رات کا اختلاف جس کا ہر شخص ہر روز اور ہر لحہ مشاہدہ کرتا، ان اشیاء کی مثالیں دے کر انھیں راہ ہدایت اور اسلام کی پہچان کروائی۔

اسلام کی اسی سادگی نے لوگوں کو متاثر کیا اور وہ ایک قلیل ترین عرصہ میں جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے۔ یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے ۲۳ برس کے قلیل عرصہ میں وہ انقلاب برپا کیا کہ سیدنا عمرؓ جو زمانہ جاہلیت میں اپنے اونٹوں کا حساب نہیں رکھ سکتے تھے، اپنی خلافت کے زمانہ میں دنیا کو جہانبانی کے وہ اصول مہیا کر گئے کہ دنیا آج اتنی ترقی کرنے کے باوجود، بقول مشہور مستشرق کارلائل کے، ان اصولوں سے ایک قدم آگے نہیں بڑھی، چنانچہ جارج سیل نے اپنے ترجمہ قرآن کے پانچویں ایڈیشن کے دیباچہ میں سرایڈورڈ ڈینی سن راز نے EDENI SON ROSS اسلام کی فطری سادگی کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔

> The central doctrine preached Mohammad to his contemporaries in Arabia,who worshipped the stars; to the Persians;who worshipped Ormuz and Ahirman; the Indians who worshipped idols;and Truks who had no particular worship,was the unity of God,and the simplicity of his creed was probably a more potent factor in the spread of Islam than the sword of Ghazis.___ It is an amazing circumstances that the Turks through irresistable in the onslaught of their arms where

all conquered in their turn by the faith of Islam,and founded Mohammaden dynasties.The Mongols of the thirteenth century did their best to wipe out all traces of Islam when they sacked Baghdad, but though the Caliphate was regulated to obscurity in Egypt,the newly founded empires quickly become Mohammaden states.

"محمد ﷺ کی تعلیمات کا بنیادی اصول توحید تھا۔ اسی کی تبلیغ اپنے عرب معاصرین کے سامنے کی جو ستاروں کو پوجتے تھے، اسی کی تبلیغ ایرانیوں کے سامنے کی جو یزداں و اہرمن کو مانتے تھے۔اسی کی تبلیغ ہندوستانیوں کے سامنے کی جو بتوں کو پوجتے تھے۔ اسی کی تبلیغ ترکوں کے سامنے کی جو کسی خاص چیز کے پرستار نہ تھے۔ عقیدۂ توحید کی سادگی اسلام کی توسیع و اشاعت میں غالباً غازیوں کی تلوار سے بڑا عامل تھا۔ یہ ایک تعجب خیز واقعہ ہے کہ ترک جن کی فوجی یلغار ناقابل مزاحمت بن گئی تھی۔ ان سب کو اسلام کے عقیدہ نے فتح کر لیا۔ اور انہوں نے مسلم حکومتیں قائم کیں۔ تیرھویں صدی کے منگولوں نے جب بغداد کو تاراج کیا تو انہوں نے اسلام کے آثار کو مٹا ڈالنے کے لئے وہ سب کچھ کیا جو وہ کر سکتے تھے۔ اس وقت خلیفہ اسلام کو اگرچہ مصر کی تاریکی میں دھکیل دیا گیا تھا، لیکن منگولوں کی بنائی ہوئی حکومتیں بہت جلد مسلم ریاستوں میں تبدیل ہو گئیں۔"

انگریز مستشرق کا یہ کہنا، بالکل درست اور صحیح ہے کہ اسلام کی ترقی کا راز اس کی سادگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے یہی سادہ دین اپنے اپنے دور کے لوگوں کو دیا تھا، لیکن بعد میں ان کی قوموں نے خود ساختہ اضافوں کے ذریعہ ان کو پیچیدہ بنا دیا۔ کہیں مذہب عقیدہ اقانیس (عیسائی عقیدۂ تثلیث) کی طرح ایک ناقابل فہم فلسفہ بن گیا۔ کہیں عبادت نے بوجھل رسوم کی صورت اختیار کر لی۔ کہیں روحانیت کے نام پر پُر مشقت عملیات ایجاد کر لی گئیں۔ کہیں نجات کے لئے تجرّد کی زندگی کو ضروری قرار دیا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اسلام کا خلاصہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مختصر حدیث میں یوں بیان فرمایا۔

بنی الاسلام علی خمس ،شهادة ان لا اله الاالله، وان محمداً عبده ورسوله، و اقام الصلوة، وايتاء الزكوٰة، وحج البيت وصوم رمضان (بخاری و مسلم)

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اسکے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنا، اور زکواۃ دینا اور بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

۔یہ پانچ اشیاء جو اسلام کی بنیاد اور اس کے ستون ہیں جن پر اسلام کی ساری عمارت کھڑی ہے، اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو ان سب کا مقصد ایک طرف یہ ہے کہ آدمی اپنے رب کو پہچان کر اس سے جڑ جائے۔ اور

دوسری طرف یہ کہ وہ اس حقیقت کا عملی اعتراف کرے کہ اس کے وجود اور اس کے اثاثہ پر اس کے خدا کا حق ہے۔اور اسی کے ساتھ خدا کے ان بندوں کا بھی جن کے درمیان وہ زندگی گذار رہا ہے۔

اسلام نے اعمال و رسوم کی کوئی طویل فہرست انسان کو نہیں دی۔ اس نے بتایا کہ بھلائی اور برائی، اور خیر اور شر کوئی دور کی چیزیں نہیں ہیں بلکہ وہ انسانیت کی جانی بوجھی چیزیں ہیں۔ اسی لئے قرآن میں ان کا نام معروف اور منکر رکھا گیا۔اور مزید بتایا کہ تم اپنے دل سے فتویٰ پوچھ کر جان سکتے ہو کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ کون سی شے بری ہے اور کون سی اچھی۔ چنانچہ ختمی مرتبت علیہ افضل الصلوات والتحیات نے ارشاد فرمایا

جس پر دل مطمئن ہو وہ خیر ہے اور جو دل میں کھٹکے وہ شر ہے۔(ابن حبان)

حسان بن ابی منان بہت بڑے بزرگ اور علماء میں سے ہوئے ہیں۔ انہوں نے پرہیز گاری جس کے حصول کے لئے آج کس قدر وظیفے اور عملیات اور مراقبے ایجاد کئے گئے ہیں۔ اس کے حصول کا کتنا آسان طریقہ بتایا

ماشی اھون من الورع، اذا رابک شئی مذعہ

پرہیز گاری بے حد آسان ہے۔ جب کسی شی میں شبہ ہو تو اس کو چھوڑ دو۔

انسان تمدنی فطرت کا حامل ہے۔ وہ اس دنیا میں اکیلا زندگی نہیں گذار سکتا۔ اس کو زندگی گذارنے کے لئے ایک معاشرہ چاہیئے۔ ساتھی چاہیئے جن کے درمیان رہ کر وہ اپنی زندگی گزار سکے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ کیسے رہے؟ ان سے کیسا سلوک کرے؟ اسلام نے یہاں بھی رہنمائی فرمائی اور دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے کا نہایت آسان اصول یہ بتایا کہ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے بھی پسند کرو۔

انسان جہاں انسیت سے مشتق ہے بعض حضرات کے نزدیک اس کا مادہ نسیان بھی ہے یعنی بھول جانا۔ یہ خواہ کتنا ہی درست زندگی گذارنے کی کوشش کرے، خطاء و نسیان اس کی سرشت میں ہے۔ ایسے واقع پر انسان کو کیا کرنا چاہیئے۔ اس بارہ میں انسانی ذہنوں نے زبردست ٹھوکریں کھائی ہیں۔ کئی مذاہب نے خطاء اور غلطی کی سزاء میں مختلف قسم کی تکالیف میں انسان کو مبتلا کیا، لیکن اسلام میں اس کی بالکل سادہ ؍رت یہ بتائی گئی کہ اگر خدا کے معاملہ میں کوئی غلطی ہو جائے تو یاد آتے ہی فوراً توبہ کر لو یعنی غلطی کی روش ں کر کے اپنے کو صحیح راستہ پر ڈال دو، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ تمہاری غلطی کو معاف کر دے اور تمہیں نر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اگر غلطی کا تعلق خدا کے بجائے انسان سے ہو تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہنے کے ساتھ ساتھ خود متعلقہ انسان

سے مل کر اس کی تلافی کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر کسی کا مال چھین لیا ہو یا غصب کیا ہو، یا رشوت یا کسی اور ناجائز طریقہ سے اسے حاصل کیا ہو تو اس کا مال اسے واپس کرے۔ اگر کسی کو زبان سے برا بھلا کہا ہو اس کی غیبت کی ہو یا اس پر کسی قسم کا بہتان لگایا ہو تو اس سے معافی مانگے۔ غرضیکہ جس قسم کی غلطی ہے اسی کے مطابق اس کی تلافی کرے۔

بعض گناہوں کے بارے میں یہ تعلیم دی کہ جب کوئی برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کر لو۔ ایسا کر کے آدمی گویا اپنے گناہوں کو دھوتا ہے۔ اور اپنے غلط عمل کے اثرات کی تلافی کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں بھی ارشاد فرمایا۔

ان الحسنات یذھبن السیات۔ (القرآن)

نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

اس کی تشریح حدیث نبوی میں یوں بیان فرمائی گئی۔

اتق اللہ حثیما کنت واتبع السئیتہ الحسنتہ تمحھا خالق الناس بخلق حسن (ترمذی)

ترجمہ:۔ تم جہاں بھی ہو اللہ تعالی سے ڈرتے رہو۔ اگر کبھی برائی کا صدور اور ارتکاب ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو، وہ برائی کو مٹا دے گی۔ لوگوں کے ساتھ اخلاق کے ساتھ رہو۔

یہ تو اصولی تعلیات تھیں۔ اصولی تعلیمات کی طرح عملی نظام بھی اسلام کا نہایت سیدھا، مختصر اور سادہ ہے اس میں کوئی گنجلک اور پیچیدگی نہیں۔ اس میں رسم و رواج کی کوئی پابندی نہیں۔ ہر معاملہ کو فطری حدود کے تحت سرانجام دینے کی تعلیم دی گئی ہے۔ چنانچہ ایک تبہ جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالی کے نزدیک سب سے پسندیدہ دین کون سا ہے آپ نے مختصر الفاظ میں اس کا یہ جواب ارشاد فرمایا!

الحنیفیتہ السمحتہ

وہ جو سیدھا اور نرم ہو۔

یہ اسلام کی خصوصیت ہے کہ وہ سیدھا بھی ہے اور نرم بھی۔ اسلامی عبادت کا طریقہ یہ ہے کہ چند سیدھے سادے آداب کا اہتمام کر کے اللہ تعالی کے ساتھ اپنے تعلق کو ذہن و قلب میں تازہ کر لیا جائے۔ پیدائش کے وقت نومولود کے کان میں اذان و اقامت کے الفاظ کہہ دئیے جائیں تاکہ اس کے قلب میں توحید خداوندی اور نبوت محمدی کی آواز پہنچ جائے۔ موت کے وقت سادہ بات یہ بنائی کہ مردہ کو معمولی کپڑے کے کفن میں لپیٹ کر دعائیہ نماز پڑھی جائے اور پھر قبر کے اندر رکھ کر اوپر مٹی ڈال دی جائے۔ نکاح کا

شرعی طریقہ یہ بتایا کہ اپنی استعداد کے مطابق ایک مختصر سی رقم بطور مہر مقرر کر کے طرفین ایجاب و قبول کر لیں۔ اور ایجاب و قبول میں کم از کم دو گواہوں کی موجودگی کو ضروری قرار دیا تاکہ لوگوں کو ان کے نکاح کا پتہ چل جائے اور نکاح کے نتیجہ میں ہونے والی اولاد کے حسب و نسب پر کوئی برا اثر نہ پڑے۔ گویا کہ پورے عملی نظام میں اسلام نے کسی معاملہ میں مسلمانوں کو کسی رسمیاتی ڈھانچہ کا پابند نہیں بنایا۔ اسلام میں ساری اہمیت قلبی اخلاص کی ہے رسمیاتی ڈھانچوں کی نہیں۔

اسلامی تعلیمات کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایک عام آدمی کے لئے بھی تسکین کا پورا سامان موجود ہے اور ایک انتہائی اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان کے لئے بھی۔ یہ بات صرف اس وجہ سے ہے کہ اسلام کی تعلیمات انتہائی سادہ اور سیدھی ہیں۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ جو سادگی اسلام کی خصوصیات میں سے تھی اور جس نے نہ صرف مسلمانوں کو متاثر کیا بلکہ اس سادگی کی مدح سرائی غیر مسلموں اور اغیار نے بھی کی، آج اسی سادگی کو ہم نے اسلام سے الگ کر کے اس کو ایسا گنجلک اور پیچدہ بنا دیا ہے کہ اس کی تعلیمات اب بڑے بڑے صاحب علم لوگوں کی عقل و علم سے بالا ہو گئی ہیں۔ اور لوگوں کے لئے اس پر عمل کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

اصل اسلام کو چھوڑ کر ہم نے اپنی عقل و خرد سے ایک اور اسلام تراش لیا ہوا ہے اور اپنی عملی زندگی میں حق تعالیٰ شانہ کو چھوڑ کر اپنے اپنے نظریات کے بت تراش لئے ہوئے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں تو لات و منات اور عزیٰ اور ہبل کے پتھر اور محسوسات کے بت تھے لیکن اس زمانہ میں عقل و خرد کے تراشے ہوئے نیشنلزم، وطنیت، اور مختلف ازموں کے غیر مرئی اور نظریاتی بت ہیں اور اسلام میں ان کی حیثیت بھی وہی ہے جو ان پتھر کے بتوں کی تھی۔

اب اسلام کے بھی عجیب نسخے لوگوں نے بنا لئے ہیں۔ ان کے بنائے ہوئے اسلام میں سب کچھ ہے۔ لیکن جہنم کا اندیشہ نہیں۔ اصحاب رسول ﷺ کو جو اسلام ملا تھا۔ اور جو ہمیں آج اپنا نا چاہیئے اس نے انھیں اس درجہ بے قرار کر دیا تھا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا جہنم کی آگ انھیں کے لئے بھڑکائی گئی ہے۔ اب اسلام کے مجاہدین نے ایسا اسلام دریافت کر لیا ہے۔ جس کے خزانے میں صرف جنت ہی جنت ہے۔ جہنم کا اس میں کہیں گذر نہیں۔

کچھ لوگوں کے لئے ان کی دنیا کی کامیابی ہی اس بات کی یقینی علامت ہے کہ ان کی آخرت بھی ضرور کامیاب ہو گی۔ کچھ لوگوں نے ایسے زندہ یا مردہ بزرگ پا لئے ہیں جن کا دامن تھام لینے کے بعد اب ان کے لئے آخرت کا کوئی خطرہ نہیں۔ کچھ لوگ اتنے خوش قسمت ہیں کہ معمولی معمولی باتوں پر صبح و شام ان کے لئے جنت کے محلات ریزرو ہو رہے ہیں۔ پھر ان کو آخرت سے ڈرنے کی کیا ضرورت۔ کچھ لوگوں کو اسلام

نے عالی شان منصوبے دے دیئے ہیں اور وہ قائدانہ اعزازات کے زیر سایہ ضرورت کا راستہ طے کر رہے ہیں۔ کچھ لوگوں نے اور بھی زیادہ آسان راستہ تلاش کر لیا ہے کہ جگمگاتے ہوئے پنڈالوں میں تقریر کے کرتب دکھاؤ اور سیدھے جنت میں پہنچ جاؤ۔

اس قسم کے اسلام کی آخرت میں کوئی قدر و قیمت نہیں۔ آخرت میں کام آنے والا اسلام وہ ہے جو آدمی کی زندگی میں بھونچال بن کر داخل ہو۔اسلام کا مطلب یہ ہے کہ زندگی خدا اور آخرت کی یاد میں ڈھل جائے۔ یہاں بندہ اپنے رب سے روحانی سطح پر ملاقات کرتا ہے۔ مگر جب اسلام کے ماننے والوں کو زوال ہوتا ہے تو اس وقت اسلام کی روح غائب ہو جاتی ہے اور صرف اس کے دنیوی پہلو باقی رہ جاتے ہیں اور اسلام اپنی سطح سے اتر کر ماننے والوں کی سطح پر آجاتا ہے۔ نظر نہ آنے والے خدا سے خوف و محبت کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے۔ البتہ نظر آنے والے خداؤں کی تقدیس و تمجید زوروں پر شروع ہو جاتی ہے۔ خدا کے لئے تنہائیوں میں رونا اور خاموشیوں میں اس سے گڑگڑانا باقی نہیں رہتا۔ البتہ لاؤڈ اسپیکروں کے اوپر قرآن و اسلام کے ہنگامے خوب ترقی کرتے ہیں۔ نماز لوگوں کے دلوں کو روشن نہیں کرتی البتہ مسجدوں کی روشنیاں پورے شباب پر پہنچ جاتی ہیں۔ روزہ سے صبر اور پرہیز گاری نکل جاتی ہے۔ البتہ افطار و سحر کی دھوم خوب بڑھ جاتی ہے۔ عید میں شکر و سجدہ کی روح نہیں ہوتی البتہ کپڑے اور میلے کے تماشے خوب رونق پکڑتے ہیں۔ مختصر یہ کہ خدا کے دین کو اپنی دنیا دارانہ زندگی میں ڈھال لیا جاتا ہے۔ یہ وہ اسلام نہیں ہے جو نبی کریم ﷺ لے کر آئے تھے یا صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں تھا۔ یہ ہمارا اسلام ہے جو ہم نے خود تیار کیا ہوا ہے۔

قمر الحسنین

ہو دولت و صولت بھی اگر میرا مقدر
خفیہ ایجنسی کے بھی دس بیس ہوں چکر
یہ اہل سیاست مرے در سے نہ اٹھیں
اور دین، سیاست ہو، مرا حرفِ مکرر

جب تک نہ ہو گی ختم سیاست کی کشمکش
اس ملک میں نہ ہو گی یہ خوشحالی و بہار
جب تک نہ ہو گا اہل وطن کو شعورِ دیں
تب تک نہ ہو گا ختم ہمارا یہ انتظار

سید عطاء المحسن بخاری

حریت فکر

افکار کی دنیا میں نظریے یوں بکھرے پڑے ہیں۔ جیسے سمندر میں سیپ۔ موتی کی تلاش میں نکلنے والا سیپیوں پر قناعت نہیں کرتا وہ گہرے پانیوں میں غوطہ لگاتا ہے تاکہ مقصود کا گوہر مل جائے اس تلاش و جستجو میں سمندری بلاؤں سے بھی اس کو واسطہ پڑتا ہے وہ ان سے نمٹتا سمٹتا اس لعلِ جہانتاب کی تلاش میں لگا رہتا ہے، حریتِ فکر ایک نعمت ہے مگر کس کے لیئے؟ ہر آدمی کے لئے ہر گز نہیں ہمارے اس زخمی سماج میں اس نعمت الٰہی سے فیضیاب ہونے والے انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں لیکن حادثہ یہ ہے کہ جو لوگ اس نعمت سے نوازے گئے ہیں وہ بھی فکر غیر میں ڈوب جاتے ہیں اپنے افکار کی انہیں خبر تک نہیں ہوتی اور فکرِ اسلامی سے مرصع ہوئے بغیر فکر اغیار میں ڈوب کر ابھرنا محال نہیں تو دشوار ضرور ہے ہر شخص اقبال نہیں اور اقبال بھی سید سلیمان ندوی نہیں اقبال بھی انکے سامنے مؤدب ہیں اور انہیں استاذ الکل کے بڑے نام سے یاد کرتے ہیں۔جس بناء پر انہوں نے سید سلیمان ندوی کو یہ مقام دیا وہ صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کی بے پناہ پیروی و محبت ہے۔ حریت فکر کا ناقوس بجانے والے اس تسلسل سے فکر افلاطونی و فکر فرنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ پناہ بخدا،وہ بچ ہی تب سکتے ہیں جب وہ اقبال کے ممدوح سید سلیمان ندوی کی طرح دونوں آنکھوں سے بینا ہوں، دنیا کی آنکھ اور دین کی آنکھ بھی۔ پاکستان میں کافر اقلیتوں کا مسئلہ، آزادیٔ فکر اور افکار کی دنیا کی بھینٹ چڑھا ہوا ہے اس مسئلہ پر ہمیں اپنی آراء کا اظہار کرنے سے پہلے نبی اکرم ﷺ کا طرز عمل دیکھنا بہت ضروری ہے۔

حدیث و تاریخ کے صفحات میں یہ حقیقت موجود ہے کہ حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ کے مشہور زمانہ معاشرتی میثاق میں یہودیوں کے شہری حقوق، عباداتی حقوق اور سماجی حقوق کو تسلیم کیا لیکن یہ حقیقت بھی تو تاریخ و حدیث کے صفحات پر مرتسم ہے اور آج تک کسی کو اسکی نفی کی جرأت نہیں ہوئی کہ جب یہودیوں نے مدینہ طیبہ میں قائم ہونے والی نبوی حکومت میں دراڑیں ڈالنے کی سازشیں شروع کیں تو آقائے رحمت و مودت ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا خالفوا الیھود (الحدیث) یہودیوں کی مخالفت کرو۔ پھر ارشاد ہوا۔

اخرجوا الیھود من جزائر العرب (الحدیث) یہودیوں کو جزائر عرب سے نکال باہر کرو۔

پھر مدینہ طیبہ اور خیبر کے غیر مسلم یہودی عراق و ایران کی طرف تو نظر آتے ہیں مدینہ طیبہ میں صرف وہ یہودی رہ سکے جو مسلمان تھے اور اطاعت گزار تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے قدموں میں اپنے سروں،

اناؤں اور اقتدار کے تکبر و غرور کو ڈھیر کر دیا تھا پھر یہ بات بھی تاریخی حقیقتوں کا تاج پہنے آج تک ہماری حمیت کا منہ چڑا رہی ہے۔ کہ کوفہ، بصرہ، عراق و خراساں اور ایران انہی کافر یہودیوں کی سازشوں کا مرکز بن گئے اور ان علاقوں کے نو مسلموں کو یہودیوں نے غیر اسلامی افکار میں جکڑ کر مسلمانوں کے خلاف وہ سازشیں کیں جن سے انکی کمر ٹوٹ گئی امریکن یہودی آج جس عمل سے پاکستان کو (خدا نخواستہ) تاراج کرنا چاہتے ہیں یہی عمل بد انہوں نے ماضی میں بھی آزمایا ہے۔ قرآن نے ان کی اس جبلتِ بد کی نشاندہی کی ہے مگر آزادیٔ افکار کے اس مکروہ دور میں قرآن کون پڑھتا ہے۔

قرآن نے یہودیوں کی اس بدعادت کا ذکر کیا اور کہا ویسعون فی الارض فساداً
(اور (یہودی) زمین میں فتنہ و فساد پھیلانے میں لگے رہتے ہیں)

زر، زن، مال، افکار، سیاسی قوت، عالمی قوت، گیمز، عورت کی آزادی، عورت مردوں کے مساوی ہے، حقوقِ نسواں کے حسین ناموں، کاموں اور داموں سے دینی حقیقتوں سے تصادم پیدا کرتے اور ملکی قومی مجبوریوں سے خوب خوب فائدہ اٹھاتے ہی ان حقیقتوں کے باوجود اگر پاکستان میں ان کافر اقلیتوں کو کھلی چھٹی دیدی گئی اور پاکستان کو پروگریسو، ماڈرن ڈیموکریٹک مسلم سٹیٹ بنا دیا گیا تو یہ ملک ناروے تو شاید بن جائے مگر وہ پاکستان جس کا مطلب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے کبھی نہیں بن سکے گا! حکیم غیور، اقبال کہتے ہیں۔

مری نگاہ میں سیاست لا دیں
کنیز اھرمن و دوں نہاد و مردہ ضمیر
ہوئی ہے ترک کلیسا سے حاکمی آزاد
فرنگیوں کی سیاست ہے دیو بے زنجیر

قمر الحسنین

یہ اہل سیاست کا دھرم بھی تو عجب ہے
جب چاہا کہا خطرے میں ہے اسلام
اغراض ہوئیں پوری تو لیڈر نے کہا
دنیا ہے فقط اہل سیاست کا مقام

کہنے کو تو اس ملکِ خداداد کا مذہب
اسلام ہے، اسلام ہے، اسلام ہے، اسلام
نافذ ہے مگر ملک میں افرنگ کی تہذیب
اسلام کا بس نام ہے کچھ اس سے نہیں کام؟

سید عطاء المحسن بخاری

خاسرین کی جماعت

پاکستان سیاسی "جڑّی بوٹیوں" نے اپنی اپنی علامتیں مقرر کر رکھی ہیں اور انہی سے وہ جانی پہچانی جاتی ہیں۔ مثلاً مسلم لیگ نے اپنی پہچان کے لئے فاؤنڈر آف پاکستان کا اسم گرامی جپنے کو ہی اپنی شناخت قرار دیا اور غلام محمد سے لیکر نواز شریف تک سبھوں نے "پاکستانی قوم کی فلاح۔ محمد علی جناح" کا ترانہ ناسوتی گایا اور خوب گایا۔ اچھی سروں میں بھی اور کھرج میں بھی۔ کسی کو بھایا نہ بھایا مگر انہوں نے گایا اور گاتے گاتے گلے، گل پھڑے، پھیپھڑے پھاڑ لئے۔ پھاڑے نہیں تو "پھٹیدن" کے قریب تر ہو گئے پھر ان میں ایسے ایسے سورما بھی گزرے، کسی نے کہا میں حضرت کا استنجا کرایا کرتا تھا، کسی نے دور کونے کھدرے میں سے صداء رستاخیز بلند کی کہ میں حضرت کی داڑھی مونڈا کرتا تھا کسی نے کپکپاتی آواز میں کہا گوش نزدیک لبم آر کہ آواز ے ہست" میں حضرت کی ٹوپی اتارنے کے لئے گھنٹوں کھڑا رہتا، ایک آواز آئی کہ میں حضرت اکدس کے جوتے مبارک پالش کرنے کے لئے پہروں انتظار کرتا۔ ایسے ہی پیپلز پارٹی نے بھی اپنی جانچ شناخت اور "اشنائی" کے لئے کچھ علامتیں "سجائی" ہیں۔ مثلاً "لمبے بال سر کے بھی اور ناک کے بھی"۔ حزب مخالف کو ننگی بے نقط سنانا، اور آخر میں "خالص سیاسی لب و لہجہ" میں سیاسی اختلاف رکھنے والوں کو علاقائی ثقافت سمجھانے کے لئے "ثقافتی لب و لہجہ" میں مادر زاد برہنہ گالیاں بکنا اور پھر جیالوں کا مست ہو جانا اور مل کر گانا۔ جے توں ایتھے رہنا اے... جئے بھٹو کہنا اے۔ فرانشیا قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو زندہ باد، بھٹو ازم آوے ای آوے، جب تک سورج چاند رہے گا بھٹو تیرا نام رہے گا۔

مسلم لیگیو! پی پی کے جیالو! نوشتۂ تقدیر پڑھو، اسلام نے بھی مسلمانوں کی کچھ علامتیں مقرر کی ہیں مسلمان وہی کہلائے گا جس میں وہ علامتیں پائی جائیں گی اور یہ کسی موسم میں، کسی حالت میں، کسی ماحول میں، تبدیل نہیں کی جاسکتیں اسکا کسی کو اختیار ہی نہیں ہے۔ لیجئے وہ علامتیں ملاحظہ فرمائیں۔

کلمہ نماز زکواۃ (اگر دولت ہو) روزہ حج (اگر دولت و طاقت ہو)

اگر کلمہ نہ آئے تو پہلی علامت جاتی رہی۔

غیرت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

اگر نماز نہ پڑھے تو مشرک۔ شاید تمہیں یقین نہ آئے، آنکھیں کھولیں اور اکیسویں پارے کی یہ آیت پڑھیں، (نماز قائم کرو اور مشرک نہ بنو) سورۃ روم

دولت تو تم دونوں پر دل و جان سے عاشق ہے۔ تم اگر زکواۃ نہ دو گے تو پھر بھی تمہیں قرآن حکیم نے مشرک کہا ہے۔ چوبیسواں پارہ سورۃ حم سجدہ۔

"اور ہلاکت ہے زکوۃ نہ دینے والے مشرکوں کی"۔

حدیث شریف میں ہے "جو شخص رمضان میں بھی نہ بخشا جاسکا اس کے لئے ہلاکت ہے" اور وہ شراب پینے والا ہمیشہ بدمست اور دھت رہنے والا، ماں باپ کا نافرمان، تسلیم نسرین اور رشدی کا فرماں بردار" ایسا نامراد نہ یہاں کا نہ وہاں کا،

جھوٹ بولنے والے پر اللہ کی لعنت بے شمار پڑتی ہے سوچو تم نے کتنے قومی "معیار" کے جھوٹ بولے، سود کھانے کھلانے والا اللہ رسول ﷺ سے جنگ کرتا ہے اور تم نے پوری قوم کو اسی کام پر لگادیا، شاید اس لیے کہ قائداعظم نے فرمایا تھا کام، کام، کام اور بس کام، مگر یہ دیکھ اس "کام" میں شکست اللہ و رسول کو نہیں ہوگی تمہیں ہوگی۔ ہاں ہاں صرف تمہیں...... دنیا بھی گئی عقبیٰ بھی گیا، یہود و نصاریٰ کی طرح تم بھی گئے۔ دنیا میں خاسر عقبیٰ میں خاسر اے جماعت خاسرین کبھی اس پہلو سے بھی سوچو!

امیرشریعت نمبر

قارئین کرام!

- یقیناً آپ امیر شریعت نمبر کی اشاعت کا بڑی بے تابی سے انتظار کر رہے ہوں گے۔
- اس وقت نمبر طباعت کے مراحل میں ہے، عید الفطر کے موقع پر ان شاء اللہ منصۂ شہود پر آجائے گا۔
- کاغذ کی بے پناہ گرانی نے ادارہ کو قرض کا بوجھ اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس اشاعت خاص پر تقریباً ڈیڑھ لاکھ روپیہ خرچ کا تخمینہ ہے۔ تاہم ادارہ یہ فرض اداء کرنے کے لئے ہمہ جہت مستعد ہے۔
- مستقل خریداروں کی خدمت میں گزارش ہے۔ کہ وہ ادارہ کی رعائتی پیش کش سے فوری فائدہ اٹھاتے ہوئے مبلغ =/۲۰۰ روپے پیشگی ارسال کر کے اپنی کاپی محفوظ کرالیں۔
- نئے سالانہ خریدار بننے والے احباب =/۳۰۰ روپے ارسال کر کے سالانہ ممبر شپ اور نمبر حاصل کرسکتے ہیں۔ (مدیر)

طاہر الاشرفی
اللہ آباد۔ ضلع رحیم یار خان

رب یکتا وہی اکیلا ہے۔

سب خزانوں کا مالک و مختار ‏ ‏ اک تنہا وہی اکیلا ہے
شب کی ظلمات، روشنی دن کی ‏ ‏ جلوہ فرما وہی اکیلا ہے
لوگ آتے ہیں جھولیاں لے کر ‏ ‏ سب کی بھرتا وہی اکیلا ہے
مال، اولاد، عزت و املاک ‏ ‏ بخش دیتا وہی اکیلا ہے
بے نیاز اور سب سے مستغنی ‏ ‏ ربی اعلیٰ وہی اکیلا ہے
کوئی سائل کرے اسے کیوں کر ‏ ‏ حکم فرما وہی اکیلا ہے
سارے محتاج وہ غنی سب کا ‏ ‏ سب کا داتا وہی اکیلا ہے
عمر بھر کے گنہگاروں پر ‏ ‏ عفو کرتا وہی اکیلا ہے
خلق مضطر کی آرزوئے دل ‏ ‏ پوری کرتا وہی اکیلا ہے
وحدہ لاشریک اس کی ذات ‏ ‏ اک تنہا وہی اکیلا ہے
غیر کو چھوڑ، اسی سے مانگ ‏ ‏ خوب سنتا وہی اکیلا ہے
ہے صدا الا اللہ الا ھو ‏ ‏ نشر کرتا وہی اکیلا ہے

رنج و راحت اسی سے ہے طاہر
رب یکتا وہی اکیلا ہے

نعت

پروفیسر خالد شبیر احمد

اک نور مجسم نے آ کر ہر دل کو مسخر کر ڈالا
ذروں کو بخشی تابانی خورشید برابر کر ڈالا

وہ جانِ جہاں جن راہوں سے گزرے تھے طیبہ کے اندر
ان راہوں کو اب تابہ ابد فردوس کا ہمسر کر ڈالا

محفل میں انکی میں ہوتا اور سامنے ہوتے وہ میرے
اس دھیان نے آتے ہی دل میں ماحول معطر کر ڈالا

وہ ہستی بھی کیا ہستی ہے جو دل میں ہر دم بستی ہے
ایماں کی حرارت سے جس نے ہر شے کو منور کر ڈالا

یہ ان کی نظر کا صدقہ ہے جاگی جو قسمت سوئی ہوئی
اونٹوں کے چرانے والوں کو شاہوں سے برتر کر ڈالا

ظلمت میں ڈوبی دھرتی کو چمکایا نور نبوت سے
جس پر بھی ڈالی ایک نظر قطرے سے گوہر کر ڈالا

بھٹکی ہوئی دنیا کو آخر اک سیدھی راہ پہ لے آئے
تہذیب سے عاری لوگوں کو قوموں کا رہبر کر ڈالا

نفرت کی فضاؤں میں جس نے یوں پیار کے پرچم لہرائے
اخلاص کی روشن کرنوں سے ہر گھر کو منور کر ڈالا

یہ مہر و وفا کی دولت بھی یوں عام ہوئی ان کے دم سے
تسلیم و رضا کا درس دیا ہر دل کو تونگر کر ڈالا

وہ لوگ جو ان کے ساتھ تھے، تصویر تھے عدل و احسان کی
اللہ نے ان پر کرم کیا اور اوج مقدر کر ڈالا

اعزاز ہی میرا ایسا ہے اس پر میں کیوں نہ اتراؤں
اس مدح سرائی کے صدقے مجھ کو بھی؟ کر ڈالا

جو لوگ ثریٰ کے باسی تھے ہمدوش ثریا ہوتے گئے
وہ لوگ جو عجمی تھے خالد ان کو بھی سخن ور کر ڈالا

بنتِ امیرِ شریعت سیدہ امِ کفیل

التجاء

صانعِ کون و مکاں مالک و مختار ہے تو
قادر و مقتدر و غافر و ستار ہے تو
مرے معبود ہے تو میری رگِ جاں سے قریب
اور مرے شافع و داور ہیں ترے اپنے حبیب
میرے دامن میں گناہوں کے سوا کچھ بھی نہیں
بے بضاعت ہوں، تہی دست ہوں، سرافگندہ
نہ کوئی ملجأ و ماویٰ ہے نہ کوئی مأمن
تیری چوکھٹ کے سوا جائے کہاں ترا بندہ
دولت دیں سے نوازا یہ ترا فضل و کرم
التجا ہے کہ رہے روزِ جزاء میرا بھرم
جب چلوں یاں سے تو ہو وردِ زباں تیرا نام
دارِ آخر میں ہو مغفوروں کی فہرست میں نام
آمین

"شیطان نے گرما دیا اقوام یورپ کا لہو"
اور وہ اب پی رہے ہیں قومِ مسلم کا لہو
یہ شیاطینِ سیاست اور مزاروں کے شیوخ
ان کے ہاتھوں میں نئی تہذیب کے جام و سبو

ان سیاسی مفلسوں سے خوش ہے اب ابلیس بھی
یہ گریباں چاک جو ہیں ہو نہیں سکتے رفو

(سید عطاء المحسن بخاری)

سید عطاء المحسن بخاری

منقبتِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت معاویہ تو شیدا تھے مصطفیٰ کے
وہ تھے ولاء کے قائل، ماموں تھے مجتبیٰ کے
حضرت حسن بھی ان سے کرتے تھے پیار اتنا
بلبل چہک رہا ہو گل کے قریب جتنا
حضرت معاویہ تھے والی ولایتوں کے
حضرت حسن پہ قرباں بانی عنائیوں کے
حضرت معاویہ ہیں وہ آخری خلیفہ
فاتح ہیں بحر و بر کے اور وارثِ سقیفہ
نامِ معاویہ تو طہٰ کو بھا گیا تھا
حضرت معاویہ تو دنیا پہ چھا گیا تھا
شخصِ معاویہ گر ان کو نہ بھایا ہوتا
نہ مژدۂ خلافت ان کو سنایا ہوتا
جھک جا معاویہ کے نامِ عُلیٰ کے آگے
جو ان کے ہو گئے ہیں وہی سرخرو ہیں آگے
جو بھی معاویہ سے رکھتا ہے بغضِ خاطر
زندیق ہے یقیناً وہ عقل کا بھی فاتر
دشمن معاویہ کا رہتا ہے ھاویہ میں
ناقد معاویہ کا تاریک خاویہ میں

پروفیسر حافظ عبدالرحمن ایس ایم اے انٹرمیڈیٹ کالج
بندر روڈ سکھر

غیر سیاسی چہرے

درہم و دینار کی باتیں کریں
نقد کاروبار کی باتیں کریں

لے چکا جو ساری بینکوں سے ادھار
ایسے ساھوکار کی باتیں کریں

بیچ دے بنجر زمیں سونے کے مول
صاحب کردار کی باتیں کریں

لوٹ لے جو ٹانگ میں بم باندھکر
اک نئے زردار کی باتیں کریں

حضرت حُقہ کی قیمت لگ گئی
اب توبس نسوار کی باتیں کریں

میرِ سادہ جسکی لونڈی کے مریض
پھر اسی عطار کی باتیں کریں

مانتا ہے ایک عورت کو امام
مولوی گلزار کی باتیں کریں

مل گئی اسکو پجارو اک نئی
کیوں پرانی کار کی باتیں کریں

خارجہ کی چئیرمینی زندہ باد
کیوں نہ اب دربار کی باتیں کریں

زخم اپنوں نے ہی کافی دیدیئے
کس لئے اغیار کی باتیں کریں

ملک توڑا والئے ہوسِ اقتدار
قوم کے غدار کی باتیں کریں

قتل کا مجرم تھا، پھانسی لگ گیا
آج رسن و دار کی باتیں کریں

پھول ہے سب سے بڑا گوبھی کا پھول
اس گلِ بے خار کی باتیں کریں

پھول سے ہو گا بھلا کیونکر علاج
آبلہ پاخار کی باتیں کریں

چاہیئے جسکو خلافت ماڈرن
ڈاکٹر اسرار کی باتیں کریں

ظالموں آتا بھی ہے جاتا بھی ہے
قاضیٔ بیمار کی باتیں کریں

آفقیہِ شہر آ، آنکھوں میں آ
جُبہ و دستار کی باتیں کریں

ایک تھا دل ایک ہی کو دیدیا
کیوں بھلا دوچار کی باتیں کریں

کچھ تو اپنا غم غلط ہو جائیگا
حافظِ خود دار کی باتیں کریں

رنگِ سخن

پروفیسر محمد اکرام تائب
عارف والا

شکستہ گھروندے گرانے بہت ہیں
ابھی شہر ہم نے سجانے بہت ہیں
ابھی سے کھڑے کے کھڑے رہ گئے تم
ابھی تو نئے گل کھلانے بہت ہیں
سبھی چور، ڈاکو ہیں گلیوں میں پھرتے
جو دیکھو تو شہروں میں تھانے بہت ہیں
جو ملنا ہو تم نے تو لاکھوں ہیں رستے
نہ چاہو اگر تو بہانے بہت ہیں
مزاروں پہ بس اک عمل کی کمی ہے
وگرنہ بتاشے، مکھانے بہت ہیں
گھڑی بھر ٹھہر جا اے دردِ شکم تو
ابھی میری "ٹیبل" پہ کھانے بہت ہیں
ابھی ٹیم سے تم نہ ہم کو نکالو!
ابھی میچ ہم نے ہرانے بہت ہیں
یہ پہلا اصول تجارت ہے تائب
کہ دینے ہیں کم اور دبانے بہت ہیں

انجامِ گلستاں۔۔۔۔۔۔۔۔؟

(سید ابومعاویہ ابوذر بخاری)

تماشا ہے کہ سب دانا بنے ہیں احمق اور جھلو
سمجھ انجام گلشن کا کہ ہے ہر شاخ پر الو
عجب حالات ہیں اپنے، ہے کون ان کو جو سلجھائے؟
وہی دانا ہے جو اپنا بچالے دامن اور پلو
ادھر بہروپیوں سے دین میں گڑ بڑ گھٹالا ہے
سیاست ہے ادھر "چریٹ" دھوکا، گھپلا اور جھرلو
مصافِ زندگی میں کوئی بھی حق کا نہیں ساتھی
مگر کہنے کو سب عاشق! فلاں جزء ولو کل
فقط اغراض کی ہے جنگ اور گھمسان کا رن ہے
کہ لیڈر ڈوبنا چاہیں تو کافی ان کو ہے چلو
اکھاڑا بن گیا تخریب و سازش کا یہ ملک آخر
خدا، حافظ ہے ورنہ اس کا مشکل ہے نظر بٹو

مولانا گل شیر شہیدؒ

جعفر بلوچ

(مولانا شہید کے بارے میں جناب محمد عمر فاروق کی کتاب دیکھ کر)

ملت اسلامیہ نازاں ہے جن کی ذات پر
ان میں شامل ہیں اک کے حضرت گل شیر بھی
ان کی سیرت سے شگفتہ پھول جب میں نے چنے
جگمگا اٹھی دلِ پُردرد کی چنگیر بھی
ان کو سچائی کے رستے سے ہٹا سکتے نہ تھے
ببر کے طوفان بھی اور سیم و زر کے ڈھیر بھی
نور و نکہت کے لٹے ہیں کیسے کیسے قافلے
دیکھنا صیادِ کالا باغ کا اندھیر بھی
اے عمر فاروق تیری تابش تحریر سے
پھر سحر ہوتی ہے اور اس میں نہیں کچھ دیر بھی

لاہور۔ یکم دسمبر ۱۹۹۳ء

ماسٹر تاج الدین انصاری

مرزا قادیانی نے جب لدھیانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا

جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیسے ہوا...... تاریخی حقائق

مالک حقیقی نے معلم الملکوت کو نافرمانی کے جرم میں جب راندۂ درگاہ ایزدی قرار دیا تو شانِ بے نیازی سے اس کی یہ درخواست بھی قبول فرمائی کہ وہ بندگانِ خدا کو بھٹکا سکتا ہے تو بیشک یہ بھی کر دیکھے اللہ کے نیک بندے شیطان لعین کے مقابلہ کے لئے کافی ہیں۔ روزِ اوّل سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ مالک کل ہر جگہ موجود ہے اور شیطان بھی آنکھ بچا کر اپنا اڈہ بنا ہی لیتا ہے۔ وہ انسانوں کو سبز باغ دکھا کر ہر آن گمراہ کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ نصف صدی سے کچھ اوپر کی بات ہے ہمارے ہاں لدھیانہ میں مرزا غلام احمد آنجہانی حکیم نور الدین کے ہمراہ محلہ جدید میں ایک شخص منشی احمد جان کے ہاں وارد ہوئے حکیم نور الدین منشی احمد جان کے داماد تھے۔ منشی احمد جان اس محلہ کے مشہور و معروف آدمیوں میں سے تھے۔ لدھیانہ ایک تاریخی شہر ہے یہاں کابل کے شہزادے جھجر کے نواب اور کشمیر کے مشہور خاندانوں کے لوگ آباد تھے۔ اکثر امراء کے مکانوں پر علمی مجلسیں ہوتیں غلام احمد تو معمولی قابلیت کے انسان تھے۔ مگر حکیم نور الدین جو خاصے پڑھے لکھے عالم تھے۔ مداریوں کی طرح غلام احمد کو لئے پھرتے تھے جن لوگوں نے حکیم نور الدین کے علمی مباحث سنے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ شخص کس قدر حاضر جواب اور علم مجلس کے زیور سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ انہی دنوں جب یہ بیوپاری قافلہ پیری کا جال پھیلانے کی غرض سے لدھیانہ آیا ہوا تھا تحصیل جگراؤں میں ایک مجذوب کا عرس ہو رہا تھا۔ یہ مجذوب تھا تو مسلمان مگر سکھ چونکہ زیادہ عقیدت مند تھے اس لئے بہت جلد قریبی علاقے میں چرچا ہوا اور عرس میلے کی صورت اختیار کر گیا۔ اس مجذوب کا نام محکم دین تھا۔ جو دار فتگی کے عالم میں لوگوں کو اپنا کلمہ پڑھنے کی تلقین کرتا تھا یہ کلمہ تھا۔

"لا الہ الا اللہ محکم دین رسول اللہ"

یہ کفر صریح علاقہ بھر میں اس زور سے پھیلا اور نذریں نیاز اس قدر آنے لگیں کہ مجاوروں اور گدی نشینوں کے وارے نیارے ہو گئے۔ اس واقعہ نے غلام احمد اور نور الدین کو چوکنا کر دیا۔ شیطان جو روزِ اوّل سے بازی لگا کر میدان میں اتر چکا تھا کب چوکنے والا تھا۔ چپکے سے دونوں ہوس پرستوں کے کان میں پھونک ماری۔ دونوں نے بیٹھ کر گورمتا پکایا۔ مسودہ تیار ہو گیا ایک روز منشی جان محمد کی بیٹھک میں جو نئے محلے میں پیر جی کی مسجد کے بالکل قریب تھی۔ بیٹھے بیٹھے غلام احمد نے کہا کہ بھئی دوستو سنو مجھے ابھی ابھی الہام ہوا ہے

میرے رب نے مجھے کہا کہ تو نبی ہے۔ اگر اس الہام کو چھپاتا ہوں تو خود گنہگار ٹھہرایا جاؤں گا۔ اس لئے تمہارے سامنے اعلان کرتا ہوں۔

بغل میں بیٹھے ہوئے حکیم نورالدین نے جھٹ کہا کیا فرمایا آپ نے؟ غلام احمد نے کہا کہ بھئی مجھے ابھی ابھی الہام ہوا ہے کہ میں اللہ کا نبی ہوں۔ زور سے بسم اللہ کہتے ہوئے حکیم نورالدین نے پکائے ہوئے گورمتا اور سکھائے ہوئے منتر کے مطابق دونوں ہاتھ غلام احمد کی طرف بڑھا دیئے اور کہا کہ بیعت کیجئے حضور ،اچانک یہ ہتھنا ٹک اس خوبصورتی سے کھیلا گیا کہ حکیم صاحب کے خسر منشی احمد جان کے علاوہ صوفی عباس علی شاہ بھی چکر میں آگئے۔ تو چل اور میں چل درجن ڈیڑھ درجن مسلمان ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ پاس ہی محلہ موچی پورہ میں حضرات علماء کرام کا مرکز تھا انہیں جب یہ خبر ہوئی کہ اس شیطان کے چیلے نے ارتداد پھیلانا شروع کیا ہے تو حضرات علماء کرام دلائل کے ہمراہ لٹھ بھی اٹھا لائے کہ اگر لاتوں کا بھوت باتوں سے نہ مانا تو خوب اچھی طرح خبر لی جائے گی زمانہ گذر گیا مدت کی بات ہے بچپن کا زمانہ تھا ابھی ہم جماعت اول میں قاعدہ لئے بیٹھے تھے کہ باہر سڑک پر ایک ہنگامہ ہوا ارے بھئی کیا ہوا؟ معلوم ہوا کہ کسی فاطر العقل نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے۔ مولوی صاحبان لٹھ لے کر بھیجا توڑنے کی فکر میں ہیں۔ ہم کچھ سمجھ نہ سکے۔ یہ شرابا کیسا ہے؟ اور کیوں ایک پاگل کو مار دینے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ وقت گذرتا گیا۔ یہ چرچا محلہ جدید سے نکل کر گلی چنگلی میں بھی آپہنچا۔ رشتہ داریوں کی پیچ در پیچ راہوں سے نکل شیطان کے چیلے کو چل نکلنے کا میدان مل گیا۔ خواجہ احمد شاہ مرحوم اور میر احمد شاہ سکتر ہمارے ہاں کے دو مشہور بزرگ گزرے ہیں اول الذکر بہت بڑے رئیس اور زبردست پالیٹیشن تھے ثانی الذکر درویش منش انگریزی دان تھے۔ غلام احمد کا یہاں بھی آنا جانا تھا۔ خواجہ صاحب کی کوٹھی کے سامنے ایک محلہ آباد ہے یہاں ایک پھلیرن رہتی تھی۔ غلام احمد کی ان سے بھی یاد اللہ تھی۔ ایک پھلیرن کا نام تھا "ماہو"۔ بہت مشہور عورت تھی اور مرزا صاحب کی کرامتیں بتایا کرتی تھی۔ مرزا صاحب آنجہانی نے خوش ہو کر "ماہو" کو چار کرسیاں بھی خرید کر دی تھیں یہ تاریخی کرسیاں ماہو کے پاس اب تک موجود تھیں۔ ماہو بیچاری تقسیم ملک سے کچھ عرصہ پہلے فوت ہو چکی تھی۔ اب تو بہت عمر رسیدہ تھی مگر جن دنوں حضرت مرزا صاحب ماہو کے ہاں جایا کرتے تھے تو لوگ بلاوجہ بدگمانیاں کیا کرتے تھے۔ بہر حال لدھیانہ سے نبوت کاذبہ نے ایسا سر اٹھایا کہ انگریز کی برکت سے تھوڑے ہی عرصہ میں طوطی بولنے لگا۔

شعبدہ بازی کی تلاش

مولوی ولی محمد صاحب واچ مرچنٹ لدھیانہ کے مہاجران دنوں انار کلی کے پچھواڑے میں رہتے ہیں وہ اس بات کے عینی شاہد ہیں کہ ساڈھورہ کے ایک عامل مسمّی سید جلال شاہ کو غلام احمد آنجہانی نے کچھ شعبدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ بیٹھے بیٹھے اپنے ہاتھوں پر چادر پھیلا کر خالی تھالی کو زر و جواہرات سے بھر دیتا اور اسی

طرح غائب بھی کر دیتا تھا غلام احمد جس نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا تھا اس کمی کو سختی سے محسوس کر رہا تھا۔ اس قسم کے ہتھکنڈے اگر آجائیں تو نبوت فرنٹیئر میل کی رفتار سے زیادہ تیز چل سکتی تھی۔ اس بیچارے عامل کو غلام احمد کے آدمیوں نے پکڑلیا جہاں کہیں بھی جاتے اسے الگ کوٹھڑی میں بند رکھتے اور تقاضا یہ ہوتا کہ غلام احمد کو یہ فن سکھاؤ۔ بے چارہ عامل تنگ آچکا تھا۔ مولوی ولی محمد صاحب کا بیان ہے کہ یہ خبر ان کے حلقہ میں پہنچی تو اس عامل کو اس لالچی کے پنجہ سے چھڑا کر ساڈھورہ کا ٹکٹ لے دیا اور گاڑی میں سوار کر کے لدھیانہ سے چلتا کر دیا۔ جن لوگوں نے یہ کچھ ہوتے دیکھا ہے ان سے مرزائیوں کے مبلغ بحث کرتے ہیں اور مناظرہ کی ٹھان لیتے ہیں۔ تو وہ حیرانی سے ان فریب خوردگانِ دجل کا منہ تکنے لگتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی سن لیجئے۔ کہ جب سید عباس علی شاہ مرحوم نے مرزا غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت کی تو ان کے پانچ سات سو مریدوں نے بھی غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی جس سے نبوتِ کاذبہ کا کام خوب چل نکلا۔ غلام احمد نے سید عباس علی شاہ کو

"السابقون الاولون۔"

کے لحاظ سے (نعوذ باللہ) صدیق اکبر کا خطاب دیا۔ مگر چند دنوں بعد جب عباس علی شاہ پر غلام احمد کے فریب و ریاکاری کا حال کھلا تو انھوں نے بیعت توڑتے ہوئے ایک پوسٹر شائع کیا اور لوگوں کو خبردار کیا۔ غلام احمد حسب عادت گالیاں بکنے لگے۔ جب انگریز نے سہارا دیا تو نبوتِ کاذبہ کو چار چاند لگ گئے۔ ابتدا وہ تھی۔ انتہا یہ ہے۔

دار البیعت

لدھیانہ میں وہ مکان آج تک موجود ہے جس میں غلام احمد نے نبوت کا اعلان کیا تھا اور حکیم نورالدین نے ڈرامہ کا پہلا پردہ اٹھایا تھا۔ طالب علمی کا زمانہ بھی کیا جستجو و تلاش کا زمانہ ہوتا ہے ہمارے بچپن کے ساتھی نئے محلہ میں جہاں مرزائیوں کا پہلا دارالبیعت ہے رہتے تھے ہمیں اسی کوچہ میں گزر کر اپنے ہم مکتبوں کے گھر تک جانا ہوتا تھا۔ جیسے ہم کم علم تھے، ویسے ہی ہمارے ساتھی بھی تھے۔ ہم کیا جانیں۔ دارالبیعت کسے کہتے ہیں؟ عربی رسم الخط تو یوں بھی ہمارے لئے معمہ تھا۔ چند شریر ہمراہیوں کے ساتھ ہم اس کوچۂ خاص سے گزر رہے تھے کہ دارالبیعت پر نظر پڑی اسی کے نیچے کسی منچلے کاتب نے دارالخلاء بھی لکھ رکھا تھا۔ مسجد کے امام صاحب جو اس طرف سے گزرے تو ہمراہی انہیں گھیر کر کھڑے ہو گئے جی مولوی صاحب! جی مولوی صاحب یہ کیا لکھا ہے؟ مولوی صاحب نے فرمایا دارالبیعت، کیا معنی اس کے؟ مولوی صاحب نے فرمایا۔ بیعت لینے کی جگہ، پیر ماننے کی جگہ، ہمارے ایک شریر ساتھی نے کہا اور نیچے کیا لکھا ہے؟ مولوی صاحب فرمانے لگے کہ کسی شرارتی کاتب نے مرزائیوں کو چڑانے کے لئے یہ مذاق کیا ہے۔ تم بھاگو یہاں سے تمہیں ان قصوں

(بقیہ صفحہ ۵۶ پر)

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی دعوت پر ماہرِ غالبیات و ابوالکلامیات جناب مالک رام کا

قبولِ اسلام

ہندوستان کے مشہور ادیب اور ماہرِ غالبیات و ابوالکلامیات جناب مالک رام (عبدالمالک) نے مفکرِ اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی کی دعوت پر اپنے انتقال سے پانچ روز قبل اسلام قبول کرلیا تھا۔ ذیل میں ان کا خط نقل کیا جارہا ہے جو انہوں نے ۱۳/اپریل ۱۹۹۳ء کو مولانا کے نام تحریر کیا اور ۱۸/اپریل ۱۹۹۳ء کو ان کا انتقال ہوگیا۔ یہ خط ہندوستان سے شائع ہونے والی کتاب "ارمغانِ دعوت" میں شائع ہوا ہے (مدیر)

13,4,1993

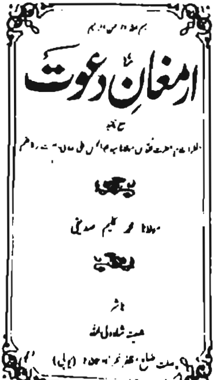

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشفق من سلام مسنون

چند یوم قبل آپ کی ہمدردی اور درد سے بھرا ہوا مکتوب موصول ہوا' فوراً جواب اس کا حق تھا مگر غور و فکر کرتا رہا۔ آج کل میں ہسپتال پہنچا۔ اپنے کرم فرما حافظ اقبال امنی جو ایک بھولے بھالے اور مخلص مسلمان ہیں کو بلوا کر انہیں سے یہ خط ہسپتال میں تحریر کرا رہا ہوں' چاہئے تو یہ تھا کہ خود حاضر ہو کر آپ کی محبت اور احسان کا حق تو کیا بس زبانی شکریہ ادا کرتا۔ مگر اس حال میں نہیں اتنے مسلمان دوستوں سے زندگی میں واسطہ پڑا مگر آپ سا دوست اور آپ سا مخلص' لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین کا مفہوم سمجھ میں آگیا میں حافظ اقبال اور آپ کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں

"اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله' امنت بالله كما هو باسمائه و صفاته و قبلت جميع احكامه' امنت بالله و ملائكته و كتبه و رسله و اليوم الآخر و القدر خيره و شره من الله تعالى و البعث بعد الموت' رضيت بالله ربا و بالاسلام دينا و بمحمد رسولا صلى الله عليه و سلم' و بالقرآن كتابا' الحمد لله الذي هدانا لهذا و ما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله

کل قیامت کے دن آپ سے وصول کرلوں گا کاش اللہ تعالیٰ صحت یاب فرمائے تو کچھ کفر و شرک کی زندگی کی تلافی اور اپنے سب سے بڑے محسن کی زیارت خود خدمت میں حاضر ہو کر کرسکتا۔

آپ کے احسان کا اجر بس مولائے کل ہی دے سکتا ہے جس نے ساری عمر کے گم کردہ راہ کو ہدایت اور توفیق بھی عطا فرمائی۔ کاش آپ سے پہلے ملاقات ہوگئی ہوتی اس کی دعا بھی آپ ہی کریں۔ اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام و من توفيته منا فتوفه على الايمان

اللہ آپ کو سلامت رکھے اور آپ کی عمر دراز کرے

والسلام مع الاکرام خاکسار عبدالمالک مالک رام

سید عطاء المحسن بخاری

امیر المؤمنین، امام المتقین، قاتل المشرکین، خلیفہ راشد و عادل سیدنا علیؓ

شجرہ نسب:

آپ کا شجرہ نسب والد کی طرف سے یوں ہے۔

علی بن عبد مناف (ابو طالب) بن عبد المطلب بن عبد ہاشم بن عبد مناف، ماں کی طرف سے علی بن فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف آپ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زاد بھائی ہیں۔ عبد مناف کی اولاد بہت تھی۔ اسباب معاش بہت کم۔ اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علی کو چچا سے مانگ لیا کہ اسکی ترتیب و تعلیم اور پرورش کا میں کفیل ہوں۔ ابو طالب نے بخوشی بیٹا دیدیا۔ جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پروان چڑھایا۔ کنیت: آپ کو ابوالحسن اور ابو تراب کی کنیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور ایک غیر مشہور کنیت آپکی ابوالقاسم الہاشمی بھی ہے۔

قبول اسلام:

حضور پر نور ﷺ کو جب حکم ہوا کہ

وانذر عشیر تک الاقربین

کہ اپنے قریبوں کو آخرت کے عذاب سے ڈراؤ۔ کہ شرک چھوڑ کر توحیدِ ربانی کی طرف آجائیں۔ تو آپ ﷺ نے مجلس "عشیرہ" برپا کی۔ تمام اعزہ واقرباء کی دعوت کی اور انہیں اسلام کی طرف بلایا۔ اپنی نبوت کی خبرِ صادق سنائی۔ تمام اعزہ خاموش رہے۔ ابولہب ہنستا اٹھا اور ابو طالب بھی خاموش رہا۔ مگر سیدنا علیؓ جن کی عمر اسوقت ۷-۸-۱۰-۱۵- اور ۱۶ برس بتائی جاتی ہے۔ کھڑے ہوئے اور قبولِ حق کا اعلان فرمایا۔ توحید و نبوت کی شہادت پڑھی۔ اور حلقہ بگوش محمد ﷺ ہوگئے۔

آپ کی عمر کے بارہ میں اہل سنت والجماعت کے محققین کا قول یہ ہے کہ آپ ۷ برس کے تھے۔ اسی لئے اہلِ سنت نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ بچوں میں سب سے پہلے مسلمان علی بن عبد مناف (ابوطالب) ہیں۔ آپ کے اسلام کا سببِ قوی نبی کریم ﷺ کی کفالت تھی۔ اور سیدہ خدیجہؓ کا قرب تھا۔ بعض لوگوں نے فضائل و مناقب کے باب میں بڑے ردوکد کا اظہار کیا ہے۔ ان میں زیادہ روایات ابنِ عساکر نے جمع کی ہیں۔ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ لایصح شی منھا واللہ اعلم (۱)

محمد ابن کعب قرظی فرماتے ہیں۔ عورتوں میں خدیجہ الکبریٰ اسلام لائیں۔ اور مردوں میں ابوبکر و علی۔

ولکن کان ابوبکر یظھر ایمانہ و علی یکتم ایمانہ قلت خوفاً من ابیہ ثم امرہ ابوہ بمتابعہ ابن عمہ و نصرتہ (۲)

ہجرت:

مواخات: سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی ہجرت کے بعد آپ نے ہجرت کی۔

حضور ﷺ نے سیدنا علی کو سہل بن حنیف انصاری کا بھائی بنایا۔

و ذکر ابن اسحاق وغیرہ من اھل السیروالمغازی ان رسول اللہ صلی اللہعلیہ وسلم اخی بینہ و بین نفسہ وقدوردفی ذلک احادیث کثیرۃ لا یصح شی منھا لضعف اسانیدہ ورکہ بعض متونھا (۳)

ترجمہ! ابن اسحاق اور ان کے علاوہ علماء سیرت و مغازی نے ذکر کیا ہے حضور ﷺ نے سیدنا علی کو اپنا بھائی بنایا۔ اور اس سلسلہ میں بہت سی احادیث لائے ہیں۔ لیکن ان میں سے کچھ بھی درست نہیں۔ بعض کی سند کمزور ہے۔ اور بعض کے متن ہی رکیک ہیں۔

غزوات میں شرکت:

آپ نے غزوۂ بدر میں دادِ شجاعت دی اور بہر نوع غالب رہے نبی کریم ﷺ کی توجہ سے آپ کا ہاتھ اس دن ''ید بیضاء'' تھا۔ اور یہ سب نبی کریم کی توجہات کا اثر تھا۔ حضرت علی، حمزہ اور عبید ابنِ حارث کے مقابلہ میں عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ بھی سامنے تھے۔ تو اللہ نے ان کے باطنی و ظاہری بغض و عداوت کے بارہ میں آیت نازل فرمائی

ھذا ان خصمان اختصموافی ربھم

بعض روایات ایسی مشہور کر دی گئی ہیں کہ ان کے رد کرنے پر جاہل حتیٰ کہ مولوی بھی جز بز ہوتے ہیں کہ بدر کے دن آسمان سے آواز آئی

"لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الاعلی"

ابن عساکر کہتے ہیں یہ روایت مرسل ہے۔ (۴) ہاں ایک روایت اس وجہ سے درست مانی جا سکتی ہے کہ اس پر قرآن گواہ ہے کہ غزوہ بدر میں اللہ نے ۸ ہزار فرشتے محمد و اصحاب محمد ﷺ کی مدد کے لئے قطار اندر قطار نازل فرمائے اور وہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔ سیدنا علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ بدر کے دن ابوبکر کو اور مجھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں میں سے ایک کے ساتھ جبرئیل علیہ السلام ہیں اور دوسرے کے ساتھ میکائیل اور

فرمایا اسرافیل وہ عظیم فرشتہ ہے جو قتال و جہاد میں حاضر تو ہے لیکن قتل نہیں کرتا۔ (۵)

سیدنا علیؓ غزوۂ احد میں بھی شریک تھے۔ اور دادِ شجاعت دیتے رہے۔ آپ افواجِ اسلامیہ کے میمنہ پر مقرر تھے۔ اور سیدنا مصعب بن عمیرؓ کی شہادت کے بعد جھنڈا آپ نے تھاما۔ آپ نے احد کی جنگ میں شدید ترین حملے کئے اور مشرکین کے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ اور جب نبی کریم ﷺ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا تھا تو سیدنا علی نے بھی بڑھ کر آپ کا چہرہ انور صاف کیا تھا۔ آپ غزوۂ خندق، حدیبیہ، خیبر میں برابر شریک اصحاب رسول رہے اسی طرح فتح حنین اور طائف میں بھی آپ بقیہ اصحاب رسول کی صف میں شامل اور معیتِ رسول کے حامل تھے۔

"امامت و نیابت"

سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کے لئے مدینہ سے نکلنے لگے تو سیدنا علیؓ کو ساکنانِ مدینہ پاک پر اپنا نائب مقرر کیا۔ تو سیدنا علی نے شکوا کے لہجہ میں فرمایا

"یارسول اللہ اتخلعنی مع النساءِ والصبیان"؟

اے اللہ کے رسول آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ تو اس کے جواب میں اعلم الناس ﷺ نے فرمایا

"الا ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ غیر انه لا نبی بعدی علی!"

تو اس بات پر راضی نہیں کہ جس طرح موسیٰ کے لئے ہارون تھے تم میرے لئے اسی طرح ہو بجز اس کے کہ میرے بعد نبوت نہیں چلے گی! یہی ایک پیریڈ ہے۔ اسی پر قناعت کرو۔ اور بس۔ اس نصیحت کا واضح تعلق اس بات سے ہے کہ یہ نبی کریم کی زندگی تک محدود حکم تھا اور وفات رسول اللہ ﷺ کے بعد اس حکم کا کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ سیدنا ہارون علیہ السلام کو جو نیابت ملی تھی۔ وہ محدود تھی۔ مطلق نہ تھی۔ اور اگر اس واقعہ کو خلافت مطلقہ مان لیا جائے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز کے لئے سیدنا علی کو نہیں فرمایا۔ بلکہ سیدنا عبداللہ ابنِ ام مکتوم کو مسجد نبوی کی امامت پر مامور فرمایا۔ دوسرے یہ کہ سیدنا ہارون علیہ السلام صرف چالیس دن کے لئے نائب مقرر کئے گئے تھے اس کے بعد آپ کی ڈیوٹی ختم ہو گئی تھی اور آپ موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے چالیس برس قبل انتقال فرما گئے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ)

نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں آپ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا مگر تنہا نہیں بھیجا۔ سیدنا خالد بن ولیدؓ کو بھی آپ کے ہمراہ بھیجا تاکہ حالات مکمل طور پر آپ کے قبضہ میں رہیں۔ لیکن اپنی وفات کے بعد کوئی مخفی یا ظاہری حکم نہیں دیا۔ ایسی تمام روایات جھوٹ کا پلندہ ہیں اور بکواسیات کا طومار جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ جب سید کائنات محمد رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے اور حیاتیاتی عناصر ساتھ چھوڑتے ہوئے دکھائی دیئے تو سب

عباس بن عبدالمطلب نے سیدنا علیؓ نے کہا کہ تم حضور ﷺ سے پوچھو کہ آپ کے بعد کار نبوت اور امر امت کس کے سپرد ہو گا۔

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم فيمن الا مربعده؟ فقال والله لا اسئله فانه منعنا هالا يعطينا هالناس بعده ابداً"

فرمایا اللہ کی قسم میں نہیں پوچھتا کہ اگر آپ نے انکار فرما دیا تو لوگ قیامت تک مجھے یہ عہدہ و نیابت نہیں دینگے! تمام احادیث کی تفصیلات سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے خاندان کے بارے میں کوئی وصیتِ نیابت وامامت نہیں فرمائی۔ (۶)

رافضی اور وعظ فروش مولوی جس وصیت وامامت کی دہائی دیتے ہیں وہ سراسر جھوٹ، بہتان اور افتراء ہے اگر اس وصیتِ خبیثہ کو ہم مومنین اہل سنت مان لیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ صحابہ (معاذاللہ) خائن تھے۔ جو وصیتِ رسول کے نفاذ میں بد دیانتی کا مظاہرہ کرتے رہے۔ حالانکہ قرآن و حدیث میں صحابہ کی اجماعی حیثیت کو یوں واضح فرمایا گیا ہے کہ

(۱) صحابہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے بہتر ہیں

(۲) اصحابِؓ محمد ﷺ آپ کے عہد اور بعد کے زمانہ میں بہترین زمانہ کے لوگ تھے۔

(۳) اصحابِؓ محمد ﷺ تمام امتوں کے اشرف لوگ ہیں۔ (بنص قرآن)

(۴) اصحابِؓ محمد ﷺ پر سلف و خلف کا اجماع ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں غیر مسئول ہیں۔ اور حسنِ عاقبت، نجات و مغفرت اور معیت رسول کے خطاب یافتہ ہیں۔

لفظ اصحاب رسول ﷺ ایسا جامع لفظ ہے۔ جس میں اعزہ اقربا اور دیگر اہل ایمان برابر کے حصہ دار ہیں بخلاف دوسری نسبتوں کے کہ وہ تفریق کا موجب بنتی ہیں۔
ان سے گریز اولیٰ ہے۔ (فافھم) (۷)

"بیعت و خلافت"

سیدنا عثمان غنی ذوالنورینؓ کی شہادت کے بعد ہفتہ کے دن ۱۹ ذی الحجہ ۳۵ھ کو آپ کی بیعت عام ہوئی کہتے ہیں کہ صحابہ میں سب سے پہلے آپ کی بیعت سیدنا طلحہ نے کی۔ اور فرمایا یہ کام یوں پایہ تکمیل تک نہ پہنچے گا چنانچہ آپ مسجد میں آئے اور بیعتِ عام ہوئی۔ کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ انصار کی ایک جماعت نے ان کی بیعت نہ کی ان کے اسماء یہ ہیں۔

(۱) حسان بن ثابت (۲) کعب بن مالک (۳) مسلم بن مخلا (۴) ابو سعید (۵) محمد بن مسلم (۶) کعب بن عجرہ (۷) اور مدینہ کے کچھ لوگ شام کو چلے گئے۔ اور انھوں نے سیدنا علی کی بیعت نہیں کی۔ ان کے اسماء یہ ہیں۔

(۱۱) قدامہ بن مظعون (۱۲) عبداللہ بن سلام (۱۳) مغیرہ بن شعبہ (۱۴) مروان بن حکم (۱۵) ولید بن عقبہ (۱۶) ابن عمر (۱۷) سعد بن ابی وقاص (۱۸) صہیب (۱۹) زید بن ثابت محمد بن ابی مسلمہ (۲۰) سلمہ بن سلامہ بن ارقش (۲۱) اسامہ بن زید، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ایک اور روایت کے مطابق باغیانِ کوفہ و مصر اور بصرہ، حضرت زبیر حضرت طلحہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس باری باری گئے مگر انہوں نے ان کو کھلے لفظوں میں مردود قرار دیا۔ پھر سیدنا علی کی خدمت میں آئے تو مالک الاشتر نے سب سے پہلے سیدنا علی کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی کہ جب کہ یہ شخص قتلِ عثمان میں بڑے مکروہ کردار کا حامل تھا۔ اس کے بعد تمام باغیوں نے بیعت کی!

سیدنا زبیرؓ نے فرمایا

انما با یعت علیاً واللج علی عنقی والسلام۔ (۸)

پھر وہ مکہ میں چلے گئے اور وہاں چار ماہ قیام کیا اس روایت کے مطابق ان کے بعد سیدنا طلحہ نے بھی بیعت کی تو لوگوں نے

انا للہ و انا الیہ راجعون

پڑھا اور دکھ کا اظہار کیا۔ اس روایت کے مطابق ۲۴ ذی الحجہ کو سلسلہ قائم ہوا۔ پہلی روایت میں ۱۹ ذی الحجہ ہفتہ کا دن دوسری میں ۲۴ ذی الحجہ جمعرات کا دن اور تیسری میں ۲۵ ذی الحجہ جمعہ کا دن ۳۵ھ

سیدنا زبیر اور سیدنا طلحہؓ دونوں نے اپنی بیعت کے بارے میں فرمایا کہ ہم نے مجبوراً بیعت کی خوشی سے نہیں۔ حضرت زبیر فرماتے ہیں رسی گردن میں تھی۔ حضرت طلحہ فرماتے ہیں تلوار میری گردن پر تھی۔

بہر حال ان مذکورہ بزرگ صحابہؓ کے علاوہ تمام مسلمانوں نے بیعت کی اور اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدنا علیؓ کی خلافت، خلافتِ حقہ تھی۔ مگر خلافت علی منہاج النبوۃ صرف ابوبکر و عمر کی خلافت تھی (رضی اللہ عنھم) اور ایک خواب کے مطابق سیدنا علی کے دور خلافت کے بارے میں

ثم یوتی الیہ الملک من یشاء

سے عہد علی کو بھی لفظِ ملوکیت سے سرفراز کیا گیا ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ لفظِ ملوکیت اسلامی اصطلاحات میں پسندیدہ اور مبارک اصطلاح ہے۔ منفی اور ناپسندیدہ ہرگز نہیں۔ جیسا کہ سید مودودی اور قاضی مظہر وغیرہ نے اس کو عجمی رنگ دینے کی کوشش کی ہے۔

اس قماش کے تمام لوگوں کا رویہ بہر نوع قابلِ نفرت ہے۔

سیدنا زبیر سیدنا طلحہؓ کی بیعت کے بارہ میں سیدنا اسامہ بن زیدؓ نے ایک مجمع میں پوری جرات کے ساتھ فرمایا

بل کانا مکر ھین (۹)

بلکہ وہ دونوں بیعت کے لئے مجبور کئے گئے تھے۔

"امیر المومنین سیدنا علیؓ کا پہلا خطبہ خلافت"

حمد الله واثنى عليه ثم قال ان الله تعالىٰ انزل كتاباً هادياً بين فيه الخير والشر فخذ وابا لخير ودعوالشر- ان الله حرم حراماً مجهوله، وفضل حرمة المسلم على الحرم كلها و شد بالاخلاص والتوحيد حقوق المسلمين، والمسلم من مسلم المسلمون من لسانه ويده الا بالحق لا يحل لمسلم اذن مسلم الا بما يجب- بادروا امرالعامةِ وخاصةَ احد كم الموتِ فانّ الناس أمامكم وانما خلفكم الساعته تحدوبكم فتخففو تلحقوا- فانما ينتظر الناس اخراهم، انتقوالله عباده في عباده وجلاده فانكم مسئولون حتى عنِ البقاع والبهائم ثم اطيعو الله ولا لعصوه، واذارائيتم الخير فخدود، واذارائيتم النشر خدعوه (واذ كرزوا اذانتم قليل مستضعفون في الارض) القرآن (١٠)

اللہ کی حمد ثنا کے بعد آپ نے فرمایا بے شک اللہ نے ہدایت دینے والی کتاب نازل کی ہے۔ جس میں خیر و شر کو واضح کیا ہے پس تم خیر کو تھام لو اور شرک کو چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ نے مجہول حرم کو حرام کیا ہے۔ اور مسلمانوں کی حرمت کو تمام مقدسات پر ترجیح دی ہے۔ اور مسلمانوں کے حقوق کو اخلاص اور توحید سے پابند کیا ہے۔ اور مسلمان وہ ہے کہ حق کے سوا مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو واجب اذیت کے بغیر ایذاء نہیں پہنچا سکتا۔ لوگوں کے کاموں کی طرف سبقت کرو۔ تم میں سے کسی کو بھی موت آئے تو یہ خاص بات ہے۔ بلا شبہ لوگ تمہارے سامنے ہیں۔ اور قیامت تمہارے پیچھے ہے جو تمہیں ہانک رہی ہے۔ پس تم ہلکے پھلکے ہو جاؤ۔ اور باہم مل جاؤ۔ لوگوں کی آخری گھڑی منتظر ہے۔ اللہ کے بندوں اور ان کے شہروں کے بارہ میں ڈرتے رہو۔ تم سے اراضی اور جانوروں کے متعلق پوچھا جائیگا۔ اللہ کی اطاعت کرو نافرمانی نہ کرو۔ جب تم خیر دیکھو تو فوراً اپنا لو۔ اور جب شر دیکھو تو فوراً چھوڑ دو۔ اور اس وقت کو یاد کرو جب تم ضعیف و ناتواں تھے زمین میں اور بہت تھوڑے تھے۔ (القرآن)

چونکہ سیدنا علیؓ کی بیعت کی ابتداء کرنے والے مصری، کوفی اور بصری باغی ہی تھے جنھیں سیدنا علیؓ خوب پہچانتے تھے۔ مگر حالات کی سنگینی اور تقاضے کچھ مختلف تھے۔ اس لئے سیدنا علیؓ نے (۱) مسلمانوں کی عام حرمت (۲) ان کی املاک کی حرمت (۳) ان کے خون کی حرمت (۴) اختلافات کے باوجود نفسی، شخصی اور منصبی حرمت کی بھی نصیحت فرمائی۔ (۵) انھیں سمجھایا اور قائل کرنے کی کوشش کی کہ اب باہمی آویزش کی بجائے مل جل کر رہو۔ (۶) لوگوں کے کام کرو۔ ان کی ضروریات کی کفالت کرو۔ کہ اسی میں اجر ہے۔ اور یہی فخر بھی۔ (۷) موت تم پر منڈلا رہی ہے قیامت تمھیں ہانک رہی ہے۔ (۸) انسانوں، زمینوں، جانوروں اور تمام حرمتوں کے بارے میں تم سے پوچھ گچھ ہو گی۔ (۹) سنبھلو اور اپنی ذمہ داریاں پوری کرو۔ (۱۰) دیکھو اللہ

سے ڈرتے رہو۔ نفس کے "احکام" مت ماننا اللہ کا حکم مانو اسکی نافرمانی نہ کرو۔ (۱۱) خیر اپناؤ اور شر چھوڑ دو۔
قرابت رسول ﷺ اور تربیت رسول ﷺ کی برکات سیدنا علیؓ کے اس خطبہ سے جھلک رہی ہیں اور واضح طور پر دل و نگاہ کو آگہی، شعور اور نورِ بصیرت مل رہے ہیں۔ آج چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی ایک حاکم اور قوم کے لئے یکساں نفع اس سے ملتا ہے۔ مگر برا ہو اشتری گروہ کا کہ انھوں نے ان میں سے کسی ایک بات پر بھی عمل نہ کیا۔ بلکہ اس کے برعکس امت میں فتنہ برپا کیا۔ صحابہ کو قتل کیا۔ ان کا مال لوٹا۔

(۱) سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے مقدس مشن قصاصِ عثمان کو سبوتاژ کیا۔ ان پر شبخون مارا اور سیدنا علیؓ کی مصالحت کی تمام تدابیر فتنہ وفساد اور خوں ریزی کے سپرد کردیں۔ (۱۱)

(۲) سیدنا طلحہ کو شہید کیا (۱۲)

(۳) سیدنا زبیر کو شہید کیا (۱۳)

(۴) سیدنا عمار بن یاسر کو شہید کیا (۱۴)

(۵) سیدنا علی کے خطبہ جنگ جمل کے بعد مالک الاشتر نے کہا کہ اگر علی ہمارے ساتھ راست نہ رہے تو

الحقنا علیاً بعثمان

کہ علی کو بھی عثمان سے ملادیں گے۔ (۱۵)

(۶) وہ سیدہ عائشہؓ اور ان کے گروہ کو باطل اور باغی تصور کرتے تھے اور ان کے ساتھ باغیوں جیسا سلوک کرنا چاہتے تھے۔ مگر سیدنا علیؓ نے فرمایا۔

ایھاالناس امسکوعن ھولاء القوم ایدیکم والسنتکم

لوگو اپنے ہاتھ اور زبانیں روکو اور عائشہ کے گروہ کو کچھ مت کہو۔ (۱۶)

(۷) اور یہ کہ جب سیدنا علی نے جمل و صفین کے مقتولین کا جنازہ پڑھایا اور حضرت معاویہ سے صلح کی اور ثالثی قبول کی تو انہی قاتلینِ عثمان نے سیدنا علیؓ کے خلاف بغاوت بھی کردی۔ (۱۷) اور اتہام و دشنام کی انتہا کردی۔

(۸) پھر جب سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ نے سیدنا معاویہؓ کی بیعت کی تو انہی قاتلین عثمان نے سیدنا حسنؓ کو زخمی کیا۔ انھیں سخت سست کہا۔ اور ان کی بہت بے عزتی کی (۱۸)

(۹) مالک الاشتر، حکیم بن جبلہ، شریح ابن اوفی، عبداللہ ابن سبا، سالم بن ثعلبہ، غلاب ابن الھیثم باغیوں کے روسا نے جب نافرمانیوں کی حد کردی تو سیدنا علیؓ نے با آواز بلند فرمایا

لعن اللہ قتلۃ عثمان

قاتلینِ عثمان پر اللہ کی لعنت ہو۔ (۱۹) دوسری جگہ فرمایا

اللھم العن قتلہ عثمان (۲۰)

(۱۰) اسی مالک الاشتر نے عبداللہ بن زبیرؓ کو جنگ جمل میں شدید زخمی کیا۔ آپ کے جسم پر ۷۳ زخم تھے۔ آپ نے بڑی پامردی۔ استقامت، بسالت اور شجاعت کے ساتھ ان موذیوں کا مقابلہ کیا۔ اور سیدہ کائنات ام المؤمنین عائشہ الصدیقۃ الحمیرا سلام اللہ علیہم کے دفاع کا حق ادا کر دیا۔

(۱۱) سیدنا علیؓ نے اصحاب عائشہ صدیقہؓ کا مال اسباب انہیں واپس کیا تو یہ اشتری سبائی سیدنا علی پر طعنہ زنی کرنے لگے

"کیف یحل" لنا دما ئہم و لاتحل لنا اموا لہم" (۲۱)

ان کا مال ہمارے لئے حلال نہیں تو ان کا خون بہانا ہمارے لئے کیسے حلال ہے؟ جب یہ بات سیدنا علیؓ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا "تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ عائشہ اس کو حصہ میں ملے؟ نہ ان کے ہاتھ سے سلامتی پھیلی نہ ان کی زبان سے" میں نے نمونہ کے طور پر سبائیوں اور اشتریوں کی بدکاریاں گنوائی ہیں سیدنا علیؓ کی گیارا نصیحتیں تھیں، انہیں کے مقابلہ میں ان کی گیارا بدعہدیاں، نافرمانیاں، اور خباثتیں ذکر کی ہیں اگر ان کی دنائتوں اور شرارتوں کا ذکر مقصود ہوتا تو اس کے لئے کئی صفحات درکار ہیں! میری حیرانی اس وقت اور بھی بڑھ گئی جب میں نے سید مودودی اور قاضی مظہر حسین کو ان کی بدکاریوں سے چشم پوشی کرتے دیکھا میں نہیں سمجھ سکا ان دونوں "محققوں" کو ان سبائی اور استری بدکاروں سے کیوں محبت ہے!

سیدنا علی مرتضیٰؓ کا پورا دور حکومت ان ریشہ دوانیوں کی بھینٹ چڑھ گیا اگر یہ لوگ سیدنا علیؓ کے اور مسلمانوں کے خیر خواہ ہوتے تو آپ کی ہدایات پر عمل کرتے عوام اور خواص کے ساتھ وہی رویہ اختیار کرتے جو پہلے ہی دن خطبہ میں فرمایا آپ نے تو عام انسانی حقوق کے بارے میں وہ بات فرمائی ہے جو آج اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر میں بھی نہیں مگر انہوں نے اکابر صحابہؓ کے منصب و حقوق کی بھی پرواہ نہیں کی، اے کاش وہ ظالم ایسا نہ کرتے۔۔

حوالہ جات:

۱۔البدایہ ص ۲۲۴،ج ۷ --۲۔البدایہ ص ۲۲۴،ج ۷۔ ۳۔البدایہ ص ۲۲۴-- ۴۔ایضاً ۵۔ایضاً۔ ۶۔ص ۲۲۵ -۷۔ص ۲۲۶۔ ۸۔سیدنا طلحہ نے بھی فرمایا! بایعت علیاً والسیف علیٰ عنقی۔ البدایہ ص ۲۳۲ ج ۷۔(۹) البدایہ ص ۲۳۳ ج ۷۔(۱۰) البدایہ ص ۲۲۷۔۲۲۸ ج ۷۔(۱۱)البدایہ ص ۲۴۰ ج ۷۔ (۱۲)البدایہ ص ۲۳۹۔۲۴۰ ج ۷۔(۱۳)ص ۲۴۲۔ (۱۴)ص ۲۴۲۔(۱۵)ج ۷ ص ۲۳۹ (۱۶)ج ۷ ص ۲۳۹ (۱۷)ص ۲۷۳۔۲۷۴۔۲۷۵۔۲۸۵(۱۸)ایضاً(۱۹)ج ۷ ص ۲۴۱ (۲۰)ص ۲۴۳(۲۱)ص ۲۴۴۔ ۲۴۵۔

مولانا عبدالحق

سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کی عمر

اس وقت روزنامہ خبریں لاہور اشاعت جمعۃ المبارک ۲۰ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۹۴ء ہمارے پیش نظر ہے اس میں ایک مضمون بہ عنوان "حیات فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا"، از سیدہ ارم نقوی شریک اشاعت ہے۔ محترمہ سیدہ نقوی صاحبہ سیدتنا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق تحریر کرتی ہیں۔

"دختر رسول حضرت فاطمۃ الزہرا ۵ بعثت ۲۰ جمادی الثانی کو جمعہ کے دن مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ کی کنیت ام الحسنین اور القاب عذرا، بتول اور سیدۃ النساء ہیں۔ رسول پاک نے آپ کا نام فاطمہ تجویز فرمایا تھا۔ آپ نے حضرت خدیجہ کی گود میں پرورش پائی۔ جب حضور اکرم شعب ابی طالب میں قیام پذیر ہوئے تو آپ کی عمر تین سال تھی اس کے فوراً بعد آپ کی والدہ جناب خدیجہ کا انتقال ہو گیا۔"

محترمہ نقوی صاحبہ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی جو تاریخ ولادت تحریر کی ہے یہ روایۃً و درایۃً درجہ صحت سے ساقط الاعتبار ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ محترمہ نقوی صاحبہ کی اپنی کلام میں تعارض ہے۔ ان کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت سیدہ بتول رضی اللہ عنہا کی عمر شریف تین سال تھی اور سیدہ خدیجہ کی وفات سن بعثۃ نبوی کے دسویں سال ہوئی تھی۔ بعثۃ نبوی کے دسویں سال جس بچی کی عمر تین سال ہو گئی۔ اس کی والادت تو بعثۃ کے ساتویں سال میں ہونی چاہیئے نا کہ بعثۃ کے پانچویں سال میں۔ اب اگر اس تین سال کی عمر کو تسلیم کر لیا جائے تو ہجرت نبوی کے وقت ان کی عمر چھے سال ہو گی اور ۲ھ ماہ ذوالحجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کی شادی ہوئی تو شادی کے وقت ان کی عمر آٹھ سال ہو گی اور ماہ رمضان ۳ھ کو حضرت حسنؓ کی ولادت ہے۔ گویا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر جس وقت نو سال تھی تو اس وقت ان کے بطن مبارک سے پہلے بچہ کی ولادت ہوئی۔ اور اگر ۵ بعثت کو ولادت تسلیم کر لی جائے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے وقت ان کی عمر گیارہ سال ہوتی ہے۔ اس صغر سنی میں ان کے بطن مبارک سے بچے کی ولادت فطرت کے خلاف ایک عجوبہ ہے۔ بقائمی ہوش و حواس اس عجوبہ کو کون تسلیم کر سکتا ہے۔ کتب سیر و تاریخ میں سیدہ بتولؓ کی ولادت شریفہ کے متعلق دو

تاریخیں بیان کی جاتی ہیں ۔ زرقانی کی تصریح کے مطابق ابن جوزی کہتے ہیں کہ بعثت سے پانچ سال پیشتر ان کی ولادت ہوئی اور صاحب الاستیعاب میں حافظ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ بعثت نبوی سے ایک سال قبل ان کی ولادت ہوئی۔ ابن جوزی کے قول کے مطابق شادی کے وقت ان کی عمر انیس سال کے قریب ہو گی اور ابن عبدالبر کے قول کے مطابق پندرہ سال کے قریب۔ صاحب اکمال فی اسماء الرجال شیخ الرجال شیخ ولی الدین ابی عبداللہ کے قول کے مطابق سیدہ بتولؓ کی عمر وفات کے وقت اٹھائیس سال تھی اس قول سے بھی ابن جوزی کے قول کی تائید ہوتی ہے۔

اس کے بعد محترمہ نے ان خواتین کے اسماء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی تربیت کی ان میں حضرت اسماء بنت عمیس کا بھی تذکرہ کیا ہے یہ بات بھی تاریخی اور واقعات کے اعتبار سے غلط ہے۔ اس لئے کہ اس وقت بی بی اسماء بنت عمیسؓ اپنے زوج محترم سیدنا جعفرؓ بن ابی طالب کی معیت میں حبشہ میں مقیم تھیں۔ البتہ سیدہ بتولؓ کی مرض الوفات میں بی بی اسماء بنت عمیس نے ان کی تیمارداری کی تھی اور اس وقت وہ سیدنا صدیق اکبرؓ کے حبالہ نکاح میں تھیں۔

اعلان نتیجہ مقابلہ مضمون نویسی

"جمہوریت ایک ناکام ترین نظام"

تحریک طلباء اسلام کے زیر اہتمام درج بالا عنوان پر مقابلہ مضمون نویسی میں بہت سے قارئین نے حصہ لیا۔ منصفین کے فیصلہ کے مطابق نتیجہ درج ذیل ہے۔

- اول: جناب محمد عابد نفیسی (خیر پور ٹامیوالی)
- دوم: جناب محمد ارشد انصاری (ملتان)
- سوم: جناب محمد عارف (خیر پور ٹاموالی)

حوصلہ افزائی: عزیزہ ھاجرہ بنت ابو میسون (ملتان)

اعلان کے مطابق درج بالا حضرات کو انعامات ارسال کئے جا رہے ہیں۔

ادارہ پوزیشن حاصل کرنے والے حضرات کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔

(ناظم تحریک طلباء اسلام پاکستان)

ادارہ

مسافرینِ آخرت

حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ:

جامعہ اشرفیہ لاہور کے صدر مفتی اور برصغیر کے معتبر عالم دین حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ ۲۵ دسمبر ۱۹۹۴ء کو طویل علالت کے بعد لاہور میں انتقال کر گئے۔

حضرت مفتی صاحب مرحوم ۴۲ برس سے جامعہ اشرفیہ کے دار الافتاء سے منسلک تھے آپ کی عمر ۹۵ سال تھی۔ آپ حضرت مولانا خلیل احمد سہانپوری رحمہ اللہ سے بیعت تھے اور اسلاف کی نشانی تھے۔ ۱۴۹۱ھ تک حدیث، فقہ، تفسیر اور مختلف کتب پڑھاتے رہے۔ آپ کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ دین کی تعلیم و تدریس کے لئے آپ کی خدمات قابلِ رشک ہیں۔

حضرت مفتی ولی حسن رحمہ اللہ تعالیٰ:

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مفتی ولی حسن رحمہ اللہ گزشتہ دنوں طویل علالت کے بعد کراچی میں رحلت فرما گئے۔ حضرت مفتی صاحب مرحوم بلاشبہ ایک فقیہ اور محدث تھے۔ تمام عمر علم دین کی تعلیم و تدریس میں گزاری، ہزاروں مسلمانوں کو زیور علم سے آراستہ کیا۔ کئی کتابیں لکھیں۔ ان کی طبیعت میں عجز و انکسار کے ساتھ شگفتگی بھی پائی جاتی تھی۔ انہیں دیکھ کر بلاشبہ کہا جاسکتا تھا کہ وہ اپنے اسلاف کے جانشین ہیں۔

مولانا سید محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ تعالیٰ:

معروف اہل حدیث عالم اور محقق مولانا سید محب اللہ شاہ راشدی (پیر آف جھنڈا) گزشتہ دنوں رحلت فرما گئے۔ وہ مولانا بدیع الدین شاہ راشدی کے برادر بزرگ تھے۔ شاہ صاحب مرحوم ایک وسیع المطالعہ صاحب علم شخصیت تھے۔ ان کا کتب خانہ علمی دنیا میں بہت مشہور ہے۔ قرآن و حدیث کے علوم پر ایسی ایسی نادر کتب وہاں موجود ہیں جو اس کتب خانے کا امتیاز ہیں۔ علم کے متلاشی ان کے ہاں آکر اپنی پیاس بجھاتے۔ وہ ایک معتدل، متوازن اور حق پرست عالم تھے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام بزرگوں کی مغفرت فرمائے اور انکی دینی خدمات کو قبول فرما کر درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولادوں کو ان کا سچا جانشین بنائے اور خدمت دین کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین) پسماندگان سے تعزیت مسنونہ کرتے ہیں۔ اور ان کے لئے صبر کی دعاء کرتے ہیں۔ اور تمام علماء مرحومین کی مغفرت کے لئے دعا گو ہیں۔

میاں محمد شفیق صاحب کی رحلت:

مجلس احرارِ اسلام لاہور کے ناظم میاں محمد اویس اور میاں محمد عتیق کے والد ماجد میاں محمد شفیق صاحب ۲۱ جنوری ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کے والد ماجد میاں محمد رفیق رحمہ اللہ مجلسِ احرار اسلام سے وابستہ رہے اور ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں احرار کے ٹکٹ پر پنجاب اسمبلی کے امیدوار تھے۔ میاں محمد رفیق صاحب کے بڑے بھائی میاں قمر الدین مرحوم آل انڈیا مجلس احرار اسلام کے خازن تھے اور قادیان میں ختم نبوت ٹرسٹ کے نگران بھی، حضرت امیر شریعت انہیں احرار کا چلتا پھرتا بینک کہا کرتے تھے۔

میاں محمد شفیق مرحوم نے اس خاندانی اور نظریاتی تعلق کو آخر وقت تک قائم رکھا۔ وہ انتہائی ملنسار، خوش خلق، اور شفیق یعنی اسم بامسمّٰی تھے۔ ان کے فرزند میاں محمد اویس بھی اس نسبت و تعلق کو نباہ رہے ہیں اور احرار کے ایک ذمہ دار کارکن ہیں۔ اللہ تعالیٰ میاں صاحب مرحوم کی مغفرت فرمائے اور خطاؤں کو معاف کر کے درجات بلند فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین) اراکین ادارہ جناب میاں محمد اسلم جان صاحب، میاں محمد عتیق صاحب اور میاں محمد اویس صاحب کے علاوہ تمام پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں اور مغفرت کے لئے دعا گو ہیں۔

مجلس احراراسلام ملتان کے سابق ناظم محترم خادم حسین صاحب کے جواں سال فرزند محمد مغیرہ ۳۱/دسمبر ۱۹۹۴ء کو ٹریفک کے ایک حادثہ میں جاں بحق ہوگئے۔

مجلس احراراسلام ملتان کے کارکن محترم حسین اختر صاحب لدھیانوی کی اہلیہ گزشتہ ماہ انتقال فرما گئیں۔

لاہور میں ہمارے کرم فرما محترم رانا محمد فاروق صاحب کی والدہ ماجدہ گزشتہ دنوں رحلت فرما گئیں۔

مجلس احرار اسلام لاہور (رام گلی) کے قدیم کارکن محترم محمد اشرف صاحب گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے۔

ملتان سے ہمارے نہایت مہربان اور کرم فرما محترم چودھری محمد افضل صاحب کی دختر عزیز ۲۰ جنوری کو طویل علالت کے بعد رحلت فرما گئیں۔

ہمارے حلقہ احباب میں سے ایک مخلص دوست محترم شیخ محمد عثمان (ملتان) گزشتہ ماہ طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔

جلال پور پیر والہ سے احرار کارکن محترم خدا بخش فاروقی کی خالہ اور خوشدامن صاحبہ گزشتہ ماہ

وفات پا گئیں۔ جلال پور پیر والہ سے ان کے احباب محمد عبدالرحمن جامی، قاری عبدالرحیم فاروقی، حکیم محمد یوسف قریشی، ملک اشفاق احمد نقشبندی، عبدالغفور نقشبندی، رشید احمد یزدانی، علامہ عنایت اللہ نقشبندی اور حبیب اللہ جاوید نے ان سے اظہار تعزیت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور خطاؤں کو معاف کر کے درجات بلند فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

اراکین ادارہ تمام مرحومین کے لواحقین سے اظہار تعزیت کرتے ہیں اور ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اپنی نمازوں کے ساتھ خاص طور پر ان مرحومین کے لئے دعاء مغفرت کا اہتمام فرمائیں۔ (ادارہ)

دعاء صحت

مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے ناظم نشر و اشاعت اور ادارہ نقیب ختم نبوت کے رفیق فکر جناب محمد عمر فاروق کے دادا سخت علیل ہیں۔

لاہور سے ہمارے کرم فرما محترم پروفیسر محمد عباس نجمی صاحب کے والد ماجد گزشتہ ایک سال سے سخت علیل ہیں۔

ملتان سے ہمارے رفیق فکر محترم محمد سلیم سلیمی صاحب ان دنوں شدید علیل ہیں۔

اراکین ادارہ ان کی صحت یابی کے لئے دعا گو ہیں۔

قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ ان حضرات کی صحت یابی کے لئے دعاء کا اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مریضوں کو شفاءِ کاملہ عطاء فرمائے۔ (آمین)

بقیہ از صـ ۴۲

سے کیا کام۔

خدا جانے مرزائیوں کا یہ تاریخی مقام اب کس سکھ کے قبضہ میں ہے یہ بھی معلوم نہیں کہ اوپر کے کتبہ پر عمل ہوتا ہے یا نچلی شرارت پر۔

بہر حال اسی منحوس کوچہ میں کذب و افترا اور دجل مجسم کا خاتمہ ہو جاتا تو آج یہ مصیبت اس طرح ہولناک صورت اختیار نہ کر لیتی۔ (بہ شکریہ ماہنامہ "صوت الاسلام" فیصل آباد، مئی ۱۹۹۳ء)

طنز و مزاح — ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات انکی

○ ڈی سی ملتان کے تبادلے اور ایس ایس پی کو رخصت پر بھیجنے کا فیصلہ۔ (ایک خبر)

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے!

○ گوجرانوالہ میں ڈاکوؤں نے تھانے کے سامنے تین دکانیں لوٹ لیں۔ (ایک خبر)

محافظوں کی سرپرستی میں!

○ پی ایس ایف نے ایک شرابی کانسٹیبل کی پٹائی کر دی۔ (ایک خبر)

کہ حصہ کیوں نہیں دیا۔

○ چترال کی فضائی حدود میں پراسرار طیاروں کی پرواز (ایک خبر)

○ کشمیر اور گوادر کا سودا ہو رہا ہے۔ جرنیل کہاں سو گئے۔ (قاضی حسین احمد)

اللہ کے رسول ﷺ کی بات سچی ہے۔ عورت کی حکومت کچی ہے۔

○ نوابزادہ نصراللہ اور پیپلز پارٹی کی رفاقت! (ایک خبر کا عنوان)

جوانی سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ساتھ اور بڑھاپا بے نظیر کے ساتھ۔ واہ نوابزادہ تیری قسمت!

○ صدر لغاری نے ۱۵ تیتر شکار کیے۔ انتظامات پر ۲۰ لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ (ایک خبر)

ایک لاکھ تیس ہزار کا ایک تیتر۔ غریب عوام کے امیر صدر کے اللے تللے!

○ ہم چار سال پورے کریں گے۔ (وٹو)

عزرائیل سے پوچھ لیا ہے؟

○ بے نظیر۔ نواز شریف، سب سیاستدان ایک جیسے ہیں۔ لوگوں کو بے وقوف بناتے ہیں۔ (عبدالستار ایدھی)

چھین جھپٹ لوٹ میں......... ہم ایک ہیں ہم ایک ہیں۔

○ گوادر اومان کو دے کر پاکستان نے ایران کو ناراض کر دیا۔ (جاوید ہاشمی)

حکومت اپنے ننھیال کو کیسے ناراض کر سکتی ہے؟

○ حکومت دینی مدارس پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ (نواز شریف)

ایں خیال است و محال است و جنوں!

○ کراچی میں بھارتی قونصل خانہ سر بمہر! (ایک خبر)

لوگ پھر بھی قتل ہو رہے ہیں۔

○ ارکان پارلیمنٹ سے دوہری رہائش گاہیں پولیس کے ذریعے خالی کرانے کا فیصلہ۔ (ایک خبر)

حرام خوروں کے لئے عیاشی کے دوہرے اڈے اور غریب عوام کو کچے مکان بھی میسر نہیں۔

○ ترقی کرنی ہے تو مولویوں سے دور رہنا ہو گا۔ مولوی تفرقہ پھیلاتے ہیں۔ ملاں پر چیرا ایبل کمیونٹی ہے۔ (مشیر وزیر اعلیٰ، صداقت علی)

بوسہ دینے سے گریزاں کیوں ہو؟
میری ڈاڑھی ہے کوئی خار مغیلاں تو نہیں!

○ وزیر اعلیٰ نے دیپالپور کی تمام ایم اے پاس طالبات کی ایڈہاک تقرری کا حکم دے دیا۔ (ایک خبر)

کیا وٹو صرف دیپالپور کے وزیر اعلیٰ ہیں؟

○ سرکاری پارٹی والے ایٹم بم بھی امریکہ کو دینے کے لئے تیار ہیں۔ (مرتضےٰ بھٹو)

پھر بھی کہتے ہیں۔ ہم ملک کے وفادار ہیں۔

○ بجلی کے نرخ ۵ روپے فی یونٹ مقرر کرنے کی تجویز (ایک خبر)

سرحد۔ بلوچستان سندھ کے وڈیروں کی بجلی کا خرچ پنجاب پر کیوں؟

○ پی ٹی وی کی نشریات۔ دس سال میں ۲۲ بوسٹر لگے۔ (ایک خبر)

فحاشی اور بے حیائی میں ترقی کی رفتار۔

○ مولویوں نے آج تک کوئی عقل کی بات نہیں کی۔ (گورنر پنجاب)

مولویوں کا بھی آپ کے بارے میں یہی خیال ہے۔

○ اپوزیشن اسلامی ممالک کی سرمایہ کاری رکوانے کی سازش کر رہی ہے۔ (آصف زرداری)

لگتا ہے آپ کا کمیشن بند ہو رہا ہے۔

ادھار چکانے کے لئے ماں باپ نے بختاور چھے ہزار میں بیچ دی۔ (ایک خبر)

عوام کو اس حد تک مجبور کر دینے والی حکومت اللہ کے غضب سے کیسے بچ سکتی ہے؟

○ صوبائی وزیر تعلیم کی من مانیاں۔ آسامیاں مشتہر کئے بغیر ۲۵ افراد کو بھرتی کر لیا۔ (ایک خبر)

میرٹ کا شور مچانے والی وزیر اعظم کا دوغلہ پن۔

دینی مدارس کی چھان بین اور نصاب تبدیل کرنے کا فیصلہ (ایک خبر)

یہ کام تمہارے روحانی اجداد لارڈ ڈولزلے اور لارڈ میکالے بھی نہ کر سکے!

○ اپوزیشن ہمیں اپنی طرح کی گندی سیاست پر مجبور کر رہی ہے۔ (خالد کھرل)

واہ! او شاہ ولی اللہ دے پوتے!

○ ضلع گوادر میں اب تک کسی غیر ملکی کو کوئی زمین نہیں دی۔ (ڈپٹی کمشنر)

○ عمان کے سلطان کو گوادر میں گھر بنانے کے لئے زمین دی۔ (این ڈبلیو خان)

شرم تم کو مگر نہیں آتی!

○ عوام کی تقدیر بدل دوں گا۔ (وٹو)

فی الحال تو عوام کی نکسیر جاری ہے۔

○ پروین شاکر کی رسم چہلم جمعہ کو ہو گی۔ (ایک خبر)

امت خرافات میں کھو گئی۔

○ مدرسے رہبانیت کی تعلیم دیتے ہیں۔ (وزیر داخلہ نصیر اللہ خان)

بندر کیا جانے ادرک کا سرا!

○ ساتھی کی شادی پر پولیس والے شراب میں دھت۔ طوائفوں کے ساتھ رقص۔ بندوقوں کے منہ کھول دئیے۔ ۲۰ انسپکٹر ۳۵ اے ایس آئی ۲۷۰ سپاہی شریک۔ عورتیں لاہور سے منگوائی گئیں۔ (ایک خبر)

دیکھتا کیا ہے میرے منہ کی طرف
قائد اعظم کا پاکستان دیکھ

○ تلہ گنگ کا شیعہ ذاکر فقیر حسین امام باڑہ کے غسل خانہ میں دم توڑ گیا۔ (نوائے وقت راولپنڈی ۲۷ جنوری ۱۹۹۵ء)

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

"آنے والے سے مسیح ناصری مقصود ہے"
اس غلام احمد کا یکسر ذکر ہی مفقود ہے
ابنِ مریم زندہ و موجود اتارا جائیگا
جو نہیں مانے گا اسکو، وہ تو مارا جائیگا
تاابد زندہ فقط ہے ایک ربِّ کائنات
ابنِ مریم بھی نہیں ہے تاابد ہرگز حیات

قمر الحسنین

خادم حسین

لفظوں کی کھیتی باڑی

مغرب کے بعد میں خانقاہ ڈوگراں سے شیخوپورہ کے لئے روانہ ہوا۔ بس کے پیچھے شعر لکھا تھا۔

ان تیز ہواؤں میں کہاں جاؤ گے شہزاد
راتوں کو تو پاگل بھی نکلتے نہیں گھر سے

بس کے اندر فارسی کا یہ دعائیہ شعر تحریر تھا۔

الٰہی عاقبت محمود گرداں
بلائے بود را نابود گرداں

(الٰہی انجام بہ خیر ہو! آنے والی بلا کو نابود کر دے)

راستے میں ایک سواری نے کنڈکٹر سے کہا "مجھے بتی والے چوک شیخوپورہ اترنا ہے۔ کنڈکٹر نے کہا۔ بس بتی والے چوک نہیں جائے گی۔ ہم آپ کو ہسپتال اتار دیں گے۔ سواری نے کہا۔ کیوں نہیں جائیں گے؟ کنڈکٹر نے کہا۔ میں نے ہر سواری سے کہا ہے۔ بس ہسپتال تک جائے گی۔ میری طرف اشارہ کر کے کنڈکٹر نے کہا۔ یہ معزز آدمی بیٹھے ہیں۔ ان سے پوچھ لیں۔ میں نے انہیں بھی بتایا تھا کہ بس ہسپتال تک جائے گی۔ مسافروں میں سے ایک نے کہا۔ رہنے دے! او رہنے دے! ایسے ہی معزز آدمی اسمبلیوں میں بیٹھے ہیں جو دن رات جھوٹ بولتے ہیں۔

بارش، بادل، دھند، کہر کے اندر سفر کر کے میں شیخوپورہ پہنچا کہ ایک عزیز کی شادی میں شرکت ضروری تھی۔ لڑکے والے کے گھر بے محابا چراغاں واپڈا والوں کا مذاق اڑا رہا تھا۔ لوڈشیڈنگ والوں کی ایسی تیسی کر رہا تھا۔ گھر سے نیچے اتر کر سلامی والے پنڈال کی طرف جاتے ہوئے دولہا کا والد، دولہا کے ساتھ جا رہا تھا۔ کہ ایک دم رک گیا۔ والد نے پوچھا۔ بیٹے کیا بات ہے۔ دولہا نے کہا "ابا جی! مووی بن رہی ہے۔ فوٹو کھینچے جا رہے ہیں۔" دو چار قدم کے بعد دولہا پھر رک گیا۔ والد نے ترشی سے کہا "دیر ہو رہی ہے۔ لوگ باہر انتظار کر رہے ہیں۔ لڑکی والوں کے گھر بھی پہنچنا ہے۔ گیارہ بجے لوڈشیڈنگ شروع ہو جائے گی۔ دولہا نے کہا۔ ابا جی! آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ اگر تصویریں نہیں بنوانیں تو پھر مووی والوں کو ہزاروں روپے کس بات کے دیئے ہیں۔ والد نے جھنجھلا کے کہا۔ "بنواؤ بیٹا۔ تصویریں بنواؤ۔ لوگ جائیں بھاڑ میں! کہتے ہیں۔ ایک

دولہا نے تو نکاح خواں سے کہہ دیا تھا۔ "مولوی صاحب! ذرا نکاح دوبارہ پڑھا دیں۔ مووی فلم صحیح نہیں بن سکی۔"

آخر کار بارات روانہ ہوئی۔ چلتے وقت اپنے گھر اور لڑکی والوں کے گھر قسم قسم کی آتش بازی کا مظاہرہ کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ آتش بازی والی پارٹی پندرہ ہزار روپے کے مشاہرے پر پنڈی بھٹیاں سے خصوصی طور پر بلائی گئی تھی۔

بہر کیف! مشاہدہ یہی ہے کہ امیر لوگ اپنی دولت کا سہارا لے کر غریبوں کی غربت اور بے بسی کا مذاق اڑاتے ہیں۔ شو آف ویلتھ میں اتنے آگے بڑھ گئے ہیں۔ کہ سوائے تباہی کے کوئی صورت واپسی کی نظر نہیں آتی۔

حیا باختہ لونڈے لوارے مووی بناتے رہے مگر مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی مووی فلم زیادہ بنائی جا رہی تھی۔ سونے چاندی سے لدی پھندی۔ بے حیائی کے لباس میں ڈوبی ہوئی۔ نیم برہنہ۔ اکثر عورتوں کے گلے ننگے تھے۔ صرف گلے کے ہار اور پینڈل وغیرہ کی نمائش کے لیے۔ برقعے اور دوپٹے کی بجائے۔ جھلمل کرتے گوٹے کناری سے بھرے ہوئے شراروں اور غراروں کا ایک جمعہ بازار لگا ہوا تھا۔ شاید ایسی ہی عورتوں کو دیکھ کر حفیظ جالندھری نے کہا تھا:-

"کیا مشرقی عورت ہے تو
ہر گز نہیں ہر گز نہیں
تیری ہنسی بے باک ہے
تیری نگاہ چالاک ہے
قسمت کی ہیٹی ہے تو
شیطان کی بیٹی ہے تو
ہٹ سامنے سے دور ہو
مردود ہو مقہور ہو!"

مووی والے کرسیوں پر چڑھ چڑھ کر بلندی سے ان فہمیدہ ریاضوں، بشریٰ انصاریوں، عاصمہ جہانگیروں، ناہید کشوروں، عالیہ رشیدوں، حمیرا چنوں اور مہتاب راشدیوں کے بھڑکیلے اور ننگے پوز اپنے کیمرے میں محفوظ کر رہے تھے۔ کہتے ہیں۔ ایک وڈیو سنٹر والا شادی بیاہ، سالگرہ وغیرہ کے موقع پر وڈیو فلم تیار کرتا تھا۔ شدہ شدہ ایک دن اسے کیا سوجھی کہ اس نے مختلف گھرانوں کی عورتوں کی مووی سے بے شرمی و بے حیائی سے بھرپور مناظر اور برہنہ و نیم برہنہ شرم سے عاری تصاویر کو ترتیب دے کر ایک وڈیو فلم بنائی کہ شیطان بھی پناہ مانگے۔ فلم کا ٹائیٹل تھا "گھریلو مجرا" بلیو پرنٹ کی اٹھان۔ گٹار کلچر کے دلدادہ،

رات کے تاریک سناٹے کی پیداوار اور نئی روشنی کے مال زادوں میں سے ایک نوجوان فلم لے کر گیا۔ دوستوں میں بیٹھ کر دیکھ رہا تھا۔ کہ ایک مرحلے پر غصے سے لال پیلا ہو گیا۔ جب فلم میں اس کی اپنی ماں بہن اور عزیز رشتہ دار عورتوں کے ناچ اور نیم برہنہ تصاویر اس کے سامنے آئیں تو بھنا کے رہ گیا۔ اٹھا اور وڈیو سنٹر کو آگ لگا دی۔

شادی سے فارغ ہو کر میں نے لاہور کے راستے ملتان کا رخ کیا۔ موسیٰ پاک ایکسپریس صبح سات بجے لاہور سے روانہ ہوئی۔ سفر کے دوران باتوں باتوں میں ایک ساتھی نے کہا۔ "اب بتی والے چوک راوی روڈ لاہور پر ایسا کمپیوٹر نصب کر دیا گیا ہے۔ کہ اس روڈ سے جب بھی کوئی چوری شدہ گاڑی گذرے گی۔ کمپیوٹر فوراً اشارہ دے گا۔" دوسرے مسافر نے کہا۔ "کیا فائدہ جب تک اس کو چلانے والے صحیح نہیں ہوں گے۔ ہاں اس کمپیوٹر کے آنے سے رشوت کی بولی میں اضافہ ضرور ہو جائے گا"۔ تیسرے نے کہا۔ "بالکل ٹھیک ہے۔ آپ اک جیب کترے کو پکڑ لیتے ہیں۔ کہ تھانے میں دے آئیں۔ پولیس بہت خوش ہوتی ہے کہ ایک اور آسامی ہاتھ آئی۔ اگر گن چلانے والا صحیح نہیں ہو گا۔ تو گن خریدنے اور نصب کرنے کا کیا فائدہ؟" ایک ہم سفر نے کہا۔ "بھائی پولیس کا کیا قصور ہے۔ ان کی تنخواہ کتنی ہے۔ کیا کریں، کہاں جائیں، گزارہ نہیں ہوتا"

ایک ساتھی نے کہا۔ مہنگائی نے غریب آدمی کی کمر توڑ کے رکھ دی ہے۔ خالی تقریروں سے غریبوں کا استحصال کیا جا رہا ہے۔ ملک میں بے روزگاری۔ فحاشی۔ غنڈہ گردی۔ مہنگائی اور غیر ملکی ثقافت کا دور دورہ ہے۔ صرف کراچی میں ایک ماہ میں ڈیڑھ سو شہری قتل ہو چکا ہے۔ اور حکومت کے کارندے ڈپٹی کمشنر سے لے کر صدر وزیراعظم تک شہریوں کے تحفظ میں ناکام ہو چکے ہیں۔ جمہور میلہ، ٹیبلو، میلہ مویشیاں، سالگرہ کے نام سے ملک کی چھٹی ہوئی کنجنیوں، چھنالوں، بیسواؤں، منتخب ڈوموں، میراثیوں اور بھڑووں نے ٹی وی پر آئے دن کے رقص و سرود سے اودھم مچا رکھا ہے۔ شیطان ننگا ناچ رہا ہے۔ قوم کی بہو بیٹیوں اور بیٹوں کو اخلاقی طور پر تباہ و برباد کیا جا رہا ہے۔ نئی نسل کو بائیں ہاتھ سے چائے پانی پینے کا سبق دیا جا رہا ہے۔ ننگا سر۔ برہنہ گریبانوں کی نمائش سے قوم کو آبرو باختہ بنایا جا رہا ہے۔ طارق عزیز سے لے کر فرہاد زیدی تک سب اس گندے ناٹک کے ذمہ دار ہیں۔ ڈراموں میں باقاعدہ ایک منصوبے کے تحت کھلے عام ایسے لچر اور بے ہودہ مکالمے ادا کئے جاتے ہیں کہ بچوں میں بڑوں کی ذرا حیا نہیں رہی۔ "اماں تیرا شوہر دیوانہ" کیا نام ہے؟ صاف ظاہر ہے۔ کہ بیٹا یا بیٹی کے منہ سے یہ کہلوایا جا رہا ہے۔ کہ ہمارا باپ پاگل ہے۔ اولاد کے دل سے ماں باپ کے ادب کا جذبہ ختم کیا جا رہا ہے۔ فاروق قیصر "انکل سرگم .... کی بے ادب کلاس میں "ماسٹر تم بتاؤ نا!" کے تکرار سے قوم کو کیا سکھایا جا رہا ہے؟ پچھلے دنوں سکول کے ایک استاد سے ملاقات

ہو گئی۔ پوچھا کیسے گذر رہی ہے۔ کہنے لگے کیا بتائیں۔ سکول ہال کے برآمدے میں کھڑا تھا۔ لڑکے گذرے میری طرف ایک اونچی آواز آئی۔ "ماسٹر تم بتاؤ نا! ٹی وی کے ننگے پروگراموں نے بڑے چھوٹے، ماں باپ اور اولاد، استاد شاگرد کے درمیان جو ادب و احترام کا ہلکا سا ایک حجاب رہ گیا تھا۔ وہ بھی ختم کر دیا ہے۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں، کہ عیسائی ڈاکٹر نہیں ایک عطائی ڈاکٹر کی آواز آئی۔ آج پاکستان کو بنے ہوئے ۴۷ سال ۵ مہینے ۵ دن ہو گئے ہیں۔ کئی حکومتیں ہمدرد بن کر آئیں۔ اور بے درد نکلیں۔ ہر ایک نے عوام کو دھوکا دیا مگر میں نے آج تک کسی سے دھوکہ نہیں کیا۔ پندرہ سال سے قبض اور ہیضے کی دوا بیچ رہا ہوں۔ کسی بھائی کو شکایت ہو، قے آتی ہو، یا متلی، صرف پانی سے میری گولی کھائیں۔ فوری آرام پائیں۔ میری دوا دودھ یا چائے سے کھانے کی ضرورت نہیں۔ کہ

پنج روپے دی دوا تے دس روپے دی چا
ایہو جئے حکیم نوں دیو پھا!

گاڑی میں مَیں نے ایک بابو سے پوچھا۔ کس کلاس میں پڑھتے ہو۔ اس نے کہا۔ تھرڈ ائیر۔ میں نے پوچھا۔ وٹ از کالرا؟ اس نے کہا۔ ہیضہ۔ میں نے کہا، ایگ، بنانا، میلن، واٹر میلن، اورنج، مینگو، کیرٹ، ملک، کرڈ، بریڈ، وٹ ایور یو ایٹ فرام ڈنے ٹو نائٹ، رن اوے، وٹ ول یو ڈو؟ کوئی جواب نہ آیا۔ برادرانِ اسلام! میری یہ پانچ روپے کی دوا بارہ آدمیوں کے لئے کافی ہے۔"

گاڑی آہستہ آہستہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔ موسیٰ پاک ایکسپریس کا شکریہ کہ اس نے ہمیں وہ سٹیشن دکھائے۔ جو ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ کوٹ رادھا کشن۔ حبیب آباد۔ بھوئے آصل۔ اقبال نگر۔ شام کوٹ۔ ریاض آباد۔ صبح سات بجے لاہور سے روانہ ہونے والی گاڑی ملتان کینٹ ریلوے سٹیشن تین بج کر پچیس منٹ پر داخل ہو رہی تھی عین اس وقت جس وقت اس گاڑی نے ملتان سے لاہور کے لئے واپس روانہ ہونا تھا۔ اور برابر والے ڈبے سے ایک بھکارن کی آواز آ رہی تھی۔

"دکھیاں دی بیڑی لیندی ہلارا
مشکل کشا سانوں تیرا سہارا!"

آئندہ شمارے میں

حضرت پیر جی عبدالعلیم شہیدؒ کی شخصیت پر تفصیلی مضامین

شاملِ اشاعت ہوں گے ——— (ادارہ)

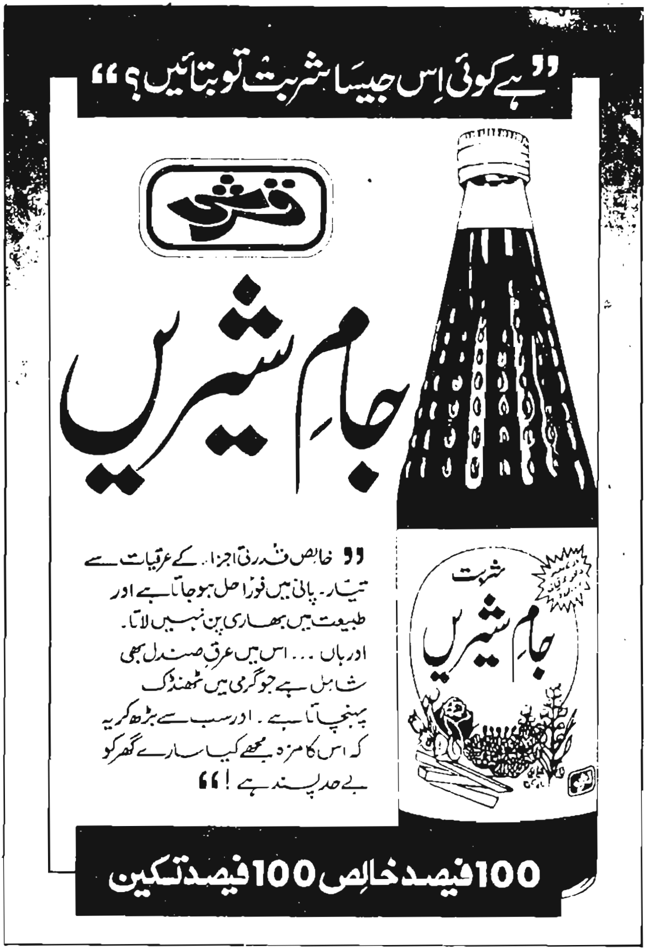
"ہے کوئی اِس جیسا شربت تو بتائیں؟"
قرشی
جامِ شیریں
"خالص قدرتی اجزاء کے عرقیات سے تیار۔ پانی میں فوراً حل ہو جاتا ہے اور طبیعت میں بھاری پن نہیں لاتا۔ اور ہاں... اس میں عرقِ صندل بھی شامل ہے جو گرمی میں ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کا مزہ مجھے کیا سارے گھر کو بے حد پسند ہے!"
شربت
جامِ شیریں
100 فیصد خالِص 100 فیصد تسکین

MONTHLY PH : 511961

NAQEEB - E - KHATM - E - NUBUWWAT

Regd No. L - 8755 MULTAN

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

جامع مسجد ختم نبوت

دار بنی ھاشم — مہربان کالونی —— ملتان

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

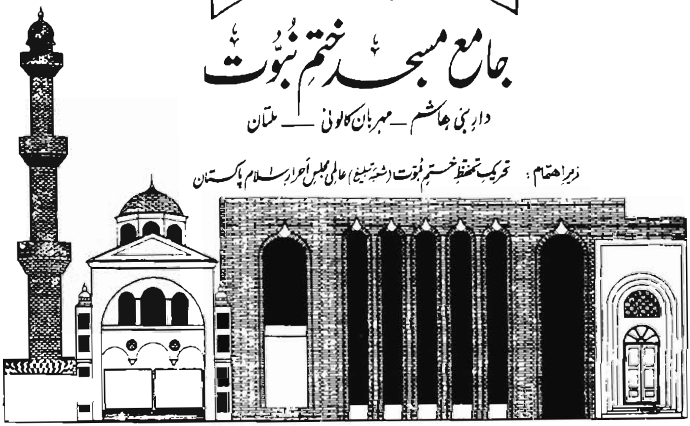

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر اور فرش کی تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام باقی ہے۔

اِس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامان تعمیر دونوں صُورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اللہ سے اجر پائیں۔

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ، چیک

بنام ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔

توحید و ختم نبوت کے علمبردارو! ایک ہو جاؤ۔

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت، قائم شدہ: ۱۹۳۴ء

بانی: رئیس الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

سترہویں سالانہ دو روزہ

شہداء ختم نبوت کانفرنس

جامع مسجد احرار، ربوہ

۱۶-۱۷ مارچ ۱۹۹۵ء بروز جمعرات، جمعہ

زیر سرپرستی:

شیخ المشائخ **حضرت مولانا خان محمد** صاحب مدظلہ

زیر صدارت

قائد تحریک تحفظ ختم نبوت

ابن امیر شریعت **سید عطاء المحسن بخاری** مدظلہ

۱۶ مارچ، بروز جمعرات، بعد از مغرب۔ مجلس مذاکرہ

۱۷ مارچ، قبل از نماز جمعہ تا عصر۔ علماء، طلباء، وکلاء،

اور دانشوروں کے بیانات

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

رابطہ فون: ربوہ، ۸۸۶۔ ملتان: ۵۱۱۹۶۱، فیصل آباد: ۶۵۳۸۸۶، لاہور: ۵۷۶۲۹۵۴، چیچہ وطنی: ۶۱۰۹۵۳، ۲۱۱۲